سلسلۂ مطبوعات

برکات بکڈپو Barakaath Book Depot

٦٧

سلسلۂ اصلاح وتربیت

٧

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

کا بافیض رسالہ

جزاء الاعمال

تسہیل وترتیب

مولانا محمد عبدالقوی

ناظم ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

ناشر

برکات بکڈپو Barakaath Book Depot و ادارۂ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا (الجاثیۃ:۱۵)

سلسلۂ اصلاح وتربیت ۷

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ

کا بافیض رسالہ

جزاء الاعمال

تسہیل وترتیب

مولانا محمد عبد القوی

ناظم ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

۶۷
سلسلۂ مطبوعات

ناشر

برکات بکڈپو Barakaath Book Depot و ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

مشمولاتِ کتاب

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
۱	پیشِ گفتار — از مرتب	۳
۲	تقدیم — از حکیمُ الامت رحمہ اللہ	۶
۳	اعمال کے دنیوی اثرات کی تحقیق	۱۰
۴	گناہ کے کاموں کے چند دنیوی نقصانات	۱۵
۵	نیک کاموں کے چند دنیوی فائدے	۲۴
۶	اعمال کے اُخروی اثرات کی تحقیق	۳۶
۷	گناہ کے کاموں کے چند اُخروی نقصانات	۴۳
۸	نیک کاموں کے چند اُخروی فائدے	۴۷
۹	ایک نیک مشورہ	۵۳
۱۰	نیک بننے اور گناہ چھوڑنے کی چند آسان تدبیریں	۵۵
۱۱	چند نفسانی شبہات اور اُن کا جواب	۵۹

پیش گفتار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ وبہٖ نستعین

یہ رسالہ ’’جزاء الاعمال‘‘ حکیمُ الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ہے، اس کے نام ہی سے پتہ چل جاتا ہے کہ اس کا عنوان کیا ہے، یعنی آدمی کے اچھے بُرے اعمال کا بدلہ!، اس رسالے میں حضرتؒ نے چند ابواب میں نہایت کام کی اور اصلاحِ حال میں مدد کرنے والی باتیں تحریر فرمائی ہیں، یہ رسالہ آپ نے ایک مقدمہ، چار ابواب اور ایک خاتمے کی صورت میں تحریر فرمایا ہے، مقدمے میں اعمال پر جزا وسزا مرتب ہونے کے عقیدے کا ذکر ہے، پہلے باب میں گناہوں کے دنیوی نقصانات، دوسرے باب میں طاعت کے دنیوی فائدے، تیسرے میں گناہ کے اُخروی نقصانات، چوتھے میں طاعت کے اُخروی فوائد اور خاتمے میں ایک نیک مشورہ اور چند نفسانی وساوس کا جواب ہے۔[1]

بہت اختصار کے باوجود بہت ہی اہم اور نافع مواد اس رسالے میں جمع کیا گیا ہے اور بلاشبہ ہزارہا بندگانِ خدا مرد وخواتین نے اس کی برکت سے گناہوں کو چھوڑا اور نیکوکاری کا راستہ اختیار کیا ہے، مگر آج کل مسلمانوں ــــ بالخصوص جنوبی ہند کے مسلمانوں ــــ کا اردو زبان سے متعلق جو لاپروائی کا رویہ ہے اور انگلش میڈیم اسکولوں میں تعلیم کے عام رجحان نے اردو زبان کے پڑھنے پڑھانے سے جو تعلق ختم کر دیا ہے اس کی وجہ سے بہت بڑا طبقہ تو اردو کتابوں ہی سے استفادہ کرنے سے قاصر ہے، اور جن کو اردو سے تعلق ہے وہ بھی زیادہ فصیح یا علمی

---

[1] میں نے اِن ابواب کو سہولتِ استفادہ کے پیشِ نظر ایک مقدمہ اور نو ابواب میں مرتب کیا ہے۔

اصطلاحات والی اردو نہیں جانتے، اس لئے ضرورت ہے کہ نوجوانوں کے لئے اپنے بزرگوں کی مبارک اور نہایت مفید خدمات کو انگریزی میں منتقل کیا جائے اور اردو جاننے والوں کے لئے ان کتابوں کی تسہیل کی جائے مگر اس کام کی طرف علماء نے کوئی خاص توجُّہ نہیں کی۔

اکابر کا اصلاحی لٹریچر چھپ رہا ہے مگر جوں کا توں، اس میں بھی کاتبوں کی اغلاط، اور اب کمپیوٹر سے کمپوزنگ کرنے والوں کی لاعلمی و نادانی اس قدر ہے کہ لاعلمی کا ''لا'' ایک سطر میں اور ''علمی'' دوسری سطر میں، نادانی کا ''ناد'' ایک سطر میں اور ''انی'' دوسری سطر میں نظر آتا ہے۔ خدا کی پناہ! اردو کتابوں کے پڑھتے وقت ناشرین سے جا کر لڑنے کو جی چاہتا ہے کہ اپنی تجارت کے لئے ٹائٹلوں کو حسین بنانے کی تو فکر ہے مگر کتاب کے ذریعے دین کو صحیح طریقہ پر پھیلانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، ایسی ایسی غلطیاں کہ کئی دفعہ کتاب پڑھنا شروع کر کے رکھ دیتا ہوں یا اگر ضروری ہوا تو پھر ایک دفعہ تصحیح اغلاط کرتا ہوں دوبارہ استفادے کے لئے پڑھتا ہوں[1]۔

میں اب ان شکایتوں کی تفصیل میں گئے بغیر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اپنے متعلقین و سالکین کو باوجود اچھے جذبات و نیک احساسات کے بھی کوئی صحیح و سہل راستہ دکھانا بہت مشکل ہو رہا ہے، جو کچھ زبانی بتایا جا سکتا ہے وہ طرفین کو زیادہ موقع نہ ہونے کی وجہ سے ناکافی ہے، اور مطالعے کی تلقین کے لئے پُر مغز اور با مقصد لٹریچر سامنے نہیں ہے، اس لئے ایک نصابِ تربیت و اصلاح کی بہت فکر تھی جو اکابر کی تعلیم و تحقیق کے مطابق ہو اور اپنی نااہلی کے مضرات سے محفوظ ہو۔

الحمد للہ اس لاک ڈاؤن کی فرصت میں اس سلسلے میں حق تعالیٰ کی توفیق سے ایسے ایک نصاب کی تیاری چل رہی ہے، چوں کہ اس موضوع پر حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی خدمات بہت مقبول و معتبر ہیں اس لئے زیادہ تر حصہ انہیں سے لیا گیا ہے، تاہم قدرے تصرُّف کے ساتھ! اور وہ تصرُّف یہ ہے:۔

---

[1] یہ بھی اندازہ ہوا کہ مکمل تصحیح کے بعد جب یہ کمپوزر صاحب سیٹنگ کرتے ہیں تو بعض جگہ الفاظ ایک دوسرے میں داخل ہو کر ناقابل فہم بن جاتے ہیں۔

۱۔ مکمل کے بجائے منتخب حصہ لیا گیا۔

۲۔ ابواب کی ترتیب جہاں ضرورت ہو بدل لی گئی۔

۳۔ عبارت میں نفس تعبیر اور مواد و مقصود کو متأثر کئے بغیر اہل زمانہ کی رعایت سے تسہیل کر لی گئی۔

۴۔ احادیث کی تخریج کا اہتمام کیا گیا۔ البتہ زیر نظر رسالہ ”جزاءُ الاعمال“ مکمل ہے منتخب نہیں، باقی تصرفات اس میں بھی ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کوشش کو خالص اپنی رضا کے لئے بنا کر قبول فرمالے، حضرت حکیم الامتؒ کی مغفرت فرمائے، درجات بلند کرے، اور اس عاجز کے لئے حُسنِ خاتمہ و مغفرتِ کاملہ مقدر فرمائے۔ آمین

والسلام علی النبی الکریم

محمد عبد القوی غُفر لہٗ

۵/ذی الحجہ ۱۴۴۱ھجری

تقدیم

از: حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

یہ ناچیز وناکارہ اپنے دینی بھائیوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اس وقت ہم لوگوں کی جو حالت ہوگئی ہے وہ سب کو معلوم ہے کہ نیک کاموں میں کاہلی وغفلت، اور گناہ کے کاموں میں مشغولی اور دلچسپی بڑھتی جارہی ہے، اس عام صورتِ حال میں غور کرنے سے اس کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ عام طور سے لوگ اچھے اور بُرے کاموں کے نتائج واثرات کے بارے میں اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ان کا تعلق بس آخرت سے ہے، یہ بات ذہنوں میں بھی نہیں ہے کہ اعمال کے نتائج کا تعلق صرف آخرت سے نہیں اس دنیا سے بھی ہے، فطری طور پر چوں کہ غلبۂ نفس کی وجہ سے آدمی اس دنیا کے نفع ونقصان کو آخرت کے نفع نقصان پر ترجیح دیتا ہے اور اس کی فکر میں زیادہ لگا رہتا ہے، اِدھر ناقص معلومات یا ناواقفیت کی وجہ سے نیکی کا فائدہ اور گناہ کا نقصان دنیا میں بھی پہنچنے کے قائل نہیں ہے، اس لئے طاعات میں رغبت اور گناہوں سے نفرت نہیں ہو پارہی ہے۔

جہاں تک آخرت کے فوائد اور نقصانات کی بات ہے تو اگرچہ وہ عقیدے کے درجے میں مانے ہوئے ہیں لیکن سچی بات یہ ہے کہ اعمال اور ان کے عواقب ونتائج میں جو تعلق اور مضبوط رشتہ ہے اس کا جس طرح یقین ہونا چاہیئے وہ حاصل نہیں ہے، عام لوگوں کا تقریباً یہ ذہن بن گیا ہے کہ دنیا کا یہ نظام بس یوں ہی عادت کے طور پر چل رہا ہے اور اسی طرح چلتا رہے گا، بس اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گے پکڑ کر جہنم میں ڈال دیں گے اور جس کو چاہیں گے جنت میں بھیج دیں گے، اعمال کا گویا اس میں کچھ دخل ہی نہیں، حالاں کہ یہ خیال کتاب وسنت کی روشنی میں

بالکل غلط ہے، جنت میں داخلے اور جہنم سے نجات کے اسباب میں ہمارے اعمال کا بھی بڑا دخل ہے اور اُن پر جنت دوزخ کے فیصلوں کا مدار بھی رکھا گیا ہے، چند آیات بہ طور نمونہ کے پیش کرتا ہوں۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿١٦٦﴾ (سورۃ الاعراف:۱۶۶)

جب ان لوگوں نے سرکشی اختیار کی اس چیز سے جس سے وہ منع کیے گئے تھے تو ہم نے ان سے کہا تم سب ذلیل بندر ہو جاؤ۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ دنیا میں اس سزا کا سبب ان کی سرکشی بنی۔

فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٥٥﴾ (سورۃ الزخرف:۵۵)

جب انہوں نے ہم کو ناراض کیا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا، ان سب کو ہم نے غرقِ آب کیا۔

اس سے بھی صاف معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا اس پکڑ کا سبب بنا۔

اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ (سورۃ الانفال:۲۹)

اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے حق میں فیصلہ کر دیں گے، اور تم سے تمہاری برائیوں کو دور کریں گے۔

دیکھئے اس جگہ بتا رہے ہیں کہ برائیوں کے دور ہونے کا سبب تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔

وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿١٦﴾ (سورۃ الجن:۱۶)

اگر وہ سیدھے راستے پر جمے رہتے تو ہم ان کو خوب سیراب کرتے۔

یہاں بھی بتلایا گیا ہے کہ دنیا میں خوش حالی کا سبب دین پر ثبات و استقامت ہے، اسی طرح آخرت کی ناکامی میں بھی ہمارے اعمال کا دخل ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ (سورۃ الانفال:۵۱)	یہ انجام تمہارے آگے بھیجے ہوئے اعمال کا ہے۔
ذٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا (سورۃ الاسراء:۹۸)	یہ برا انجام اس لئے ہے کہ انہوں نے ہماری نشانیوں کا انکار کیا۔
فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ۞۱۰ (سورۃ الحاقہ:۱۰)	انہوں نے اپنے پروردگار کے رسول کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سخت پکڑ کی۔
فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۞۱۴۳ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۞۱۴۴ (سورۃ الصّٰفّٰت:۱۴۳،۱۴۴)	اگر وہ (یونسؑ) تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتے تو مچھلی کے پیٹ میں قیامت تک رہ جاتے۔
وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ (سورۃ النساء:٦٦)	اور اگر وہ لوگ وہ کام کرتے جن کی انہیں تاکید کی گئی تھی تو ان کے حق میں بہتر ہوتا۔

ایسی آیتوں سے قرآن کریم بھرپڑا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھے بُرے انجام کا سبب ان کے اعمالِ صالحہ یا سیئہ ہوتے ہیں، پھر یہ اچھے بُرے انجام آخرت میں تو پیش آئیں گے ہی اس دنیا میں بھی اُن کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جیسا کہ آیات وواقعات سے پتہ چلتا ہے، احادیثِ شریفہ سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ اچھے بُرے احوال کا ہمارا اعمال سے بہت مضبوط اور قریبی تعلق ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

اس لئے خیال ہوا کہ دین سے غفلت کے اس مرض کو دور کرنے کے لئے دو کام ضروری ہیں، ایک تو یہ کہ کتاب وسنت کی روشنی میں یہ واضح کردیا جائے کہ اعمال پر جزاء وسزا جیسے آخرت میں واقع ہوگی اس دنیا میں بھی کچھ نہ کچھ واقع ہوتی ہے، دوسرے یہ کہ یہ بات ثابت

کردی جائے کہ اعمال میں اور اُن کے انجام واثرات میں ایسا گہرا تعلق ہے جیسے کھانا کھانے سے پیٹ کے بھر جانے میں تعلق ہے یا پانی چھڑکنے اور آگ کے بجھ جانے تعلق میں ہے۔

ان دو باتوں کے ثابت ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے قوی امید ہے کہ جب دنیا میں بھی جزا و سزا کا یقین پیدا ہوگا اور آخرت کے انجاموں کا اعمال سے تعلق ہونا دل میں بیٹھ جائے گا تو ہماری طاعات سے غفلت اور گناہوں میں مشغولیت کی یہ بدترین حالت بھی درست ہو جائے گی، اس کے بجائے نیکیوں کا شوق اور گناہوں سے نفرت پیدا ہونے لگے گی، باقی توفیق تو اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت ہی میں ہے۔

اسی غرض کی تکمیل کے واسطے یہ مختصر رسالہ ''جزاء الاعمال'' کے نام سے جمع کیا ہوں، آخر میں چند نیک اعمال (جن کی برکت سے اور اعمالِ صالحہ پر عمل آسان ہو جائے گا) اور چند خاص گناہ (جن کے چھوڑنے سے دیگر گناہوں کا چھوڑنا آسان ہو جائے گا) لکھ دیا ہوں، نیز نفس وشیطان کی طرف سے اس سلسلے میں پیدا ہونے والے چند وساوس کو بیان کر کے ان کا جواب بھی لکھ دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کو قبول فرمائے اور رُشد وہدایت کا وسیلہ بنائے، میری ظاہری وباطنی خطاؤں کو درگذر فرمائے۔ آمین

محمد اشرف علی

باب اول

اعمال کے دنیوی اثرات کی تحقیق

یوں تو گناہ کی مضرتیں (نقصانات) اس کثرت سے ہیں جن کا شمار نہیں ہوسکتا، مگر اس وقت اولاً کچھ آیات واحادیث سے اجمالی طور پر چند مضرات بتلاتا ہوں، اس کے بعد کسی قدر تفصیل وترتیب سے لکھوں گا۔ سب سے پہلے تو یہ جاننا چاہیئے کہ قرآن مجید میں نافرمانوں کے جگہ جگہ جو قصے اور ان قصوں کے ساتھ ان کی جو سزائیں بیان کی گئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ — یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی — کرنے میں دنیا وآخرت دونوں جگہ آدمی کا نقصان ہی نقصان ہے، کیوں کہ گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اور اللہ کی ناراضگی دونوں جہاں کی تباہی کا سبب ہے۔

کس کو نہیں معلوم کہ وہ گناہ ہی تو ہے جس نے ابلیس (شیطان) کو آسمان سے نکال کر زمین پر پھینک دیا، وہ گناہ ہی ہے جس کی بدولت وہ ملعون ہوا، صورت بگاڑ دی گئی، باطن تباہ ہوگیا، بجائے رحمت کے لعنت نصیب ہوئی، قرب کے بجائے بُعد حصّے میں آیا، تسبیح وتقدیس کی جگہ کفر وشرک، جھوٹ اور بدعملی میں مبتلا ہوا۔ وہ گناہ ہی تو ہے کہ جس نے نوح علیہ السلام کے زمانے میں تمام اہل زمین کو طوفان میں غرق کردیا۔ وہ گناہ ہی تو ہے کہ جس کی وجہ سے تیز ہَوائیں قوم عاد پر مسلط کی گئیں، یہاں تک کہ اِن ہواؤں نے اس مضبوط قوم کو زمین پر پٹک پٹک کے مارا۔ وہ گناہ ہی تو ہے جس سے ''قوم ثمود'' پر ایسی چیخ آئی جس سے اُن کے کلیجے پھٹ گئے اور تمام کے تمام ہلاک ہوگئے۔ وہ گناہ ہی تو ہے جس سے قوم لوط علیہ السلام کی بستیاں آسمان تک لے جا کر

الٹی گرائی گئیں اور اوپر سے پتھر برسائے گئے۔ وہ گناہ ہی تو ہے جس سے شعیب علیہ السلام کی قوم پر بادلوں کی شکل میں عذاب آیا اور اس سے آگ برسائی گئی۔ وہ گناہ ہی تو ہے جس کی وجہ سے قوم فرعون بحرِ قلزم میں غرق کی گئی، وہ گناہ ہی تو ہے جس کی وجہ سے قارون زمین میں دھنسایا گیا اور ساتھ ہی اس کا گھر اور دولت بھی دھنسادی گئی، وہ گناہ ہی تو ہے جس نے بنی اسرائیل پر ایک دفعہ ایسی قوم مسلط کی جو سخت لڑائی والی تھی اس نے ان کے گھروں کے اندر گھس کر اُنہیں تباہ و برباد کرڈالا، اور پھر دوسری بار ان کے مخالفین کو ان پر غالب کیا جس سے پھر ایک دفعہ اُن کا بنا بنایا کارخانہ تباہ و برباد ہوا۔ اور وہ گناہ ہی تو ہیں جنہوں نے بنی اسرائیل کو طرح طرح کی مصیبت و بلا میں گرفتا کیا، کبھی قتل ہوئے، کبھی قید، کبھی ان کے گھر اجاڑے گئے، کبھی ظالم بادشاہ ان پر مسلط ہوئے، کبھی وہ جلاوطن کیے گئے۔

اِن واقعات کو قرآن کریم میں جا بجا ذکر فرمایا گیا، اور اس کی وجہ نہایت مختصر الفاظ میں یہ ارشاد فرمائی گئی کہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (سورۂ عنکبوت) یعنی اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ ان پر ظلم کرتے لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر (گناہ کرکر کے) ظلم کرتے تھے۔ تو دیکھئے! اِن لوگوں نے گناہوں کی وجہ سے خود اس دنیا میں کیسا کیا مصیبتیں بھگتیں۔

امام احمدؒ نے روایت کیا ہے کہ: جب قبرص فتح ہوا تھا تو حضرت جُبیر بن نُفیرؒ نے حضرت ابوالدرداءؓ کو دیکھا کہ اکیلے بیٹھے رو رہے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے عرض کیا: اے ابوالدرداءؓ! ایسے مبارک دن میں رونا کیسا جس میں اللہ تعالیٰ نے اسلام اور اہل اسلام کو عزت دی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اے جبیر! افسوس ہے کہ تم نہیں سمجھے، میں اس بات پر غور کرکے رُو رہا ہوں کہ جو قوم اللہ تعالیٰ کے حکم کو ضائع کردیتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیسی ذلیل و بے قدر ہوجاتی ہے، دیکھو! کبھی یہ قوم برسرِ حکومت تھی، اپنا اقتدار اور دبدبہ چلا رہی تھی، مگر جب خدا کا حکم چھوڑا اور اس کی نافرمانی کی تو کس طرح ذلیل و خوار ہوگئی۔ (حلیۃ الاولیاء: ۱/۲۸۷)

یہ تمام واقعات بتلا رہے ہیں کہ قوموں کی عزت و سربلندی اپنے مالک ومعبود کی اطاعت

میں ہے اور تمام ذلتوں اور رسوائیوں کا سبب اس کی نافرمانی اور معصیت میں مبتلا ہو جانا ہے؛ اس اجمالی تذکرے کے بعد اب میں گناہوں کے دنیوی نقصانات کو ذرا تفصیل سے بیان کرتا ہوں۔

چناں چہ ایک طویل حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد بھی قابل ذکر ہے۔

❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمانے لگے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ تم اُن میں مبتلا کر دیئے جاؤ گے، میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم ان کو پاؤ:

(۱) جب کسی قوم میں بے حیائی کے کام علی الاعلان ہونے لگیں گے تو وہ لوگ طاعون (یعنی وبائی مرض) میں اور ایسی ایسی بیماریوں میں گرفتار ہوں گے جو ان کے بڑوں کے وقت میں کبھی نہیں ہوئی تھیں۔

(۲) اور جب کوئی قوم ناپنے تولنے میں کمی کرے گی تو قحط (یعنی خشک سالی) اور تنگی اور حکمرانوں کے ظلم میں مبتلا ہوگی۔

(۳) اور جب کوئی قوم زکوٰۃ ادا کرنا بند کر دے گی تو اُن سے بارانِ رحمت (یعنی رحمت کی بارش) روک لی جائے گی، اگر زمین پر جانور نہ ہوتے تو کبھی ان پر بارش نہ ہوتی۔

(۴) اور جب کوئی قوم (وعدہ خلافی اور) عہد شکنی کرنے لگے گی تو اللہ تعالیٰ ان کے دشمن کو ان پر مسلط فرمادے گا جو غیر قوم سے ہوں گے اور وہ اُن سے اُن کے مال زبردستی چھین لیں گے۔

(۵) جب کسی قوم کے حکمراں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرنا چھوڑ دیں گے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو اختیار نہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو آپس میں لڑا دیں گے۔ (سنن ابن ماجہ: 4019)

❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: نیکی کرنے سے چہرہ پر رونق، قلب میں نور، رزق میں وسعت، بدن میں قوت، اور لوگوں کے قلوب میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور گناہ کرنے سے چہرہ پر بے رونقی، قبر اور قلب میں ظلمت، بدن میں سستی، رزق میں تنگی،

اور لوگوں کے دلوں میں بغض و کینہ پیدا ہوتا ہے۔

❁ ابن ابی الدنیاؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے زلزلہ کا سبب دریافت کیا، انہوں نے فرمایا: جب لوگ زنا کو جائز کام کی طرح بے باکی سے کرنے لگتے ہیں، اور شرابیں پیتے ہیں، اور گانے بجانے کے آلات میں مشغول ہو جاتے ہیں، تب اللہ تعالیٰ کو آسمان میں غیرت آتی ہے، زمین کو حکم فرماتے ہیں کہ ان کو ہلا ڈالے۔ یعنی زلزلے آنے لگتے ہیں۔

❁ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جابجا شہر میں حکم نامے بھیجے تھے، جن کا مضمون یہ تھا:

حمد و صلوۃ کے بعد! کہنا یہ ہے کہ زمین کا زلزلہ خدا کے قہر و غضب کی علامت ہے، میں نے تمام شہروں میں لکھ بھیجا ہے کہ فلاں مہینے کی فلاں تاریخ میں کسی میدان میں اللہ کے سامنے گڑگڑانے کے لئے نکلیں، اور جن کے پاس کچھ روپیہ پیسہ بھی ہو وہ خیرات بھی کریں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾ (سورۃ الاعلیٰ: ۱۴، ۱۵) یقیناً جس شخص نے پاکی حاصل کی اور اپنے رب کا نام ذکر کیا اور نماز پڑھی تو وہ فلاح پا گیا۔ اس لئے میدان میں نکل کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں، جس طرح انبیاء علیہم السلام نے گریہ وزاری کر کے اللہ تعالیٰ کو منایا تھا۔

جس طرح آدم علیہ السلام نے کہا تھا: رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ (سورۃ الاعراف: ۲۳) اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں اور ہم پر رحم نہ کریں تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جائے گا۔

اور جس طرح نوح علیہ السلام نے کہا تھا: وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۴۷﴾ (سورۂ ہود: ۴۷) اور اگر آپ میری مغفرت نہ فرمائیں گے اور مجھ پر رحم نہ فرمائیں گے تو میں تو بالکل تباہ ہی ہو جاؤں گا۔

اور جس طرح یونس علیہ السلام نے کہا تھا: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۗ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ

الظّٰلِمِیْنَ ﴿۸۷﴾ (سورۃ الانبیاء:۸۷) آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ پاک ہیں، بے شک میں قصور وار ہوں۔ (حلیۃ الاولیاء:۴/۳۲۹)

❁ ابن ابی الدنیا رحؒ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب اللہ عزوجل بندوں سے انتقام لینا چاہتے ہیں تو بچے بکثرت مرتے ہیں اور عورتیں بانجھ ہو جاتی ہیں۔

❁ مالک بن دینار رحؒ فرماتے ہیں کہ: میں نے کتب حکمت میں پڑھا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ''میں اللہ ہوں'' بادشاہوں کا مالک ہوں، ان کا دل میرے ہاتھ میں ہے، پس جو شخص میری اطاعت کرتا ہے میں ان بادشاہوں کا دل اس پر مہربان کر دیتا ہوں، اور جو میری نافرمانی کرتا ہے میں اُن ہی بادشاہوں کو اس پر ظلم کے ساتھ مسلط کرتا ہوں، (اس لئے) تم بادشاہوں کو برا کہنے میں مشغول مت ہو، میری طرف رجوع کرو میں ان کو تم پر نرم کر دوں گا۔

(حلیۃ الاولیاء:۲/۲۸۸)

❁ وہب بن منبہ رحؒ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا تھا کہ جب میری اطاعت کی جاتی ہے تو میں بندوں سے راضی ہوتا ہوں، اور جب میں راضی ہوتا ہوں تو برکت عطا کرتا ہوں، اور میری برکت کی کوئی انتہا نہیں، اور جب میری نافرمانی ہوتی ہے تو میں غضب ناک ہوتا ہوں، لعنت کرتا ہوں، اور میری لعنت کا اثر سات پشتوں تک رہتا ہے۔

(کتاب الزھد لاحمد:۱/۶۹)

گناہ کے ان اجمالی نقصانات کے بعد چند اور نقصانات کا تفصیل سے ذکر کیا جاتا ہے۔

باب دوم

گناہ کے کاموں کے چند دنیوی نقصانات

(۱) علم اور نور باطنی سے محرومی

ایک اثر معاصی کا یہ ہے کہ آدمی علمِ دین سے محروم رہتا ہے، کیوں کہ علم ایک باطنی نور ہے اور گناہوں سے نورِ باطن بجھ جاتا ہے۔

امام مالکؒ نے امام شافعیؒ کو وصیت فرمائی تھی ”ان اللہ تعالیٰ قد القی علی قلبک نورا، فلا تطفئہ بظلمۃ المعصیۃ (تہذیب الاسماء: ۱/ ۵۸) یعنی میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل میں ایک نور ڈالا ہے سو تم اس کو معصیت کی ظلمت سے بجھا نہ دینا۔

(۲) رزق کی کمی

ایک نقصان گناہ کا دنیا میں یہ ہے کہ رزق کم ہو جاتا ہے، ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے: ان الرجل لیحرم الرزق بذنبٍ یصیبہ (ابن ماجہ، کتاب الفتن: 4022) یعنی بے شک آدمی رزق سے محروم ہو جاتا ہے اس گناہ کے سبب سے جس کا وہ مرتکب ہوتا ہے۔

(۳) خدا تعالیٰ سے وحشت

ایک نقصان یہ ہے کہ گنہ گار کو خدائے تعالیٰ سے ایک قسم کی وحشت (یعنی گھبراہٹ سی) رہتی ہے اور وہ ایسی بات ہے کہ آدمی کو تھوڑی بھی سمجھ ہو تو وہ خود سمجھ سکتا ہے۔ کسی شخص نے ایک بزرگ سے وحشت و گھبراہٹ کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا:

اذا کنت قد وحشتک الذنوب   فدعھا اذا شئت واستانسِ

یعنی جب گناہ تجھ کو وحشت میں ڈالے اور تو اس وحشت کو دور کرنا چاہتا ہے تو گناہ کو چھوڑ اور اُنس حاصل کرلے۔

(۴) نیک لوگوں سے وحشت

ایک نقصان یہ ہے کہ معصیت کرنے سے آدمیوں سے بھی وحشت ہونے لگتی ہے، خصوصاً نیک آدمیوں سے (اس طرح کہ) ان کے پاس بیٹھ کر دل نہیں لگتا، اور جس قدر وحشت بڑھتی جاتی ہے ان سے دور اور ان کی برکات سے محروم ہوتا چلا جاتا ہے، اسی طرح اپنے تعلق والوں سے بھی وحشت ہونے لگتی ہے؛ ایک بزرگ کا قول ہے کہ مجھ سے کبھی معصیت سرزد ہوجاتی ہے تو اس کا اثر اپنی بیوی بچوں حتیٰ کہ جانور کے اخلاق میں بھی پاتا ہوں کہ وہ میری نافرمانی کرنے لگتے ہیں۔

(۵) مقاصد کے حصول میں دشواری

ایک نقصان یہ ہے کہ گنہ گار کو اکثر کاموں میں دشواری پیش آتی ہے، جیسے تقویٰ اختیار کرنے سے کامیابی کی راہیں نکل آتی ہیں، (وَمَنْ يَّتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا) ایسے ہی ترکِ تقویٰ سے کامیابی کی راہیں بند ہوجاتی ہیں۔

(٦) دل، چہرہ اور آنکھوں کا تاریک و بے رونق ہونا

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے قلب میں ایک تاریکی سی معلوم ہوتی ہے، ذرا بھی دل میں غور کیا جائے تو یہ ظلمت صاف محسوس ہوتی ہے، اس ظلمت کی قوت سے ایک حیرت پیدا ہوجاتی ہے، اس سے بدعت وضلالت (یعنی گمراہی) و جہالت میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوجاتا ہے، پھر اس ظلمت کا اثر قلب سے آنکھ میں اور پھر چہرے پر آجاتا ہے، ہر شخص کو یہ سیاہی نظر آنے لگتی ہے، بدعمل آدمی کیسا ہی حسین وجمیل ہو مگر اس کے چہرہ پر ایک بے رونقی کی کیفیت ضرور ہوتی ہے۔

(۷) دل وجسم کا کمزور ہونا

ایک نقصان گناہوں کا یہ ہے کہ معصیت سے دل اور جسم میں کمزوری پیدا ہوتی ہے، دل کی کمزوری تو ظاہر ہے کہ نیکی کے کام کی ہمت گھٹتے گھٹتے بالکل ختم ہو جاتی ہے، رہ گئی بدن کی کمزوری سو بدن تو قلب کے تابع ہے، جب یہ کمزور ہے تو وہ بھی کمزور ہوگا۔ دیکھو! فارس و رُوم کے کفار کیسے مضبوط جسم والے تھے مگر صحابہؓ کے مقابلے میں ٹھیر نہ سکے۔

(۸) طاعات سے محرومی

ایک نقصان یہ ہے کہ آدمی طاعت سے محروم ہو جاتا ہے، آج ایک طاعت گئی، کل دوسری چھوٹی، پرسوں تیسری رہ گئی، یوں ہی سلسلہ وار تمام نیک کام اس کے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں، (اس کی مثال ایسی ہے) جیسے کسی نے ایک مزے دار لقمہ کھایا جس سے ایسا مرض پیدا ہو گیا کہ جس نے ہزاروں لذیذ کھانوں سے محروم کر دیا۔

(۹) عمر میں بے برکتی

ایک نقصان یہ ہے کہ معصیت سے عمر گھٹتی ہے، اور اس کی برکت ختم ہو جاتی ہے؛ کیوں کہ جب نیکی سے عمر کا بڑھ جانا حدیثِ صحیح سے ثابت ہے تو اسی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ گناہوں سے عمر گھٹتی ہے؛ رہ گیا یہ شبہ کہ عمر تو مقدر ہے وہ کیسے گھٹ بڑھ سکتی ہے؟ تو وہ بہت کمزور شبہ ہے، کیوں کہ اس میں عمر کی کیا خصوصیت ہے، سب چیزیں ہی مقدر ہیں، امیری غریبی، صحت و مرض سب میں یہی شبہ ہو سکتا ہے، مگر پھر بھی ان امور کو اسباب کے ساتھ مربوط سمجھ کر تدبیر کا استعمال کیا جاتا ہے جب ایسی بات ہے تو یہی حال عمر کا بھی سمجھ لینا چاہئے، یعنی گناہوں کو اس کے گھٹنے کا سبب سمجھ کر اس سے بچنا چاہیئے۔

(۱۰) معاصی کا عادی ہو جانا

ایک نقصان یہ ہے کہ ایک معصیت دوسری معصیت کا سبب ہو جاتی ہے، وہ تیسری کا، اسی طرح آہستہ آہستہ معاصی کی کثرت ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ گناہ گار گناہوں میں گھر جاتا

ہے، دوسرا یہ کہ کرتے کرتے وہ گناہ اس کی ایسی عادت بن جاتا ہے کہ چھوڑنا دشوار ہوجاتا ہے، پھر وہ گناہ اسی وجہ سے کرتا رہتا ہے کیوں کہ نہ کرنے سے تکلیف ہوتی ہے۔

(۱۱) توبہ کی توفیق نہ ملنا

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرتے رہنے سے توبہ کا ارادہ کم زور ہوتا جاتا ہے، یہاں تک کہ بالکل توبہ کی توفیق نہیں ہوتی، بسا اوقات اسی حالت میں موت آجاتی ہے۔

(۱۲) گناہ کو گناہ نہ سمجھنا

ایک نقصان یہ ہے کہ چند روز میں اس معصیت کی برائی دل سے نکل جاتی ہے، اس کو برا نہیں سمجھتا، نہ اس بات کی پرواہ ہوتی ہے کہ کوئی دیکھ لے گا، بلکہ خود بہ بطورِ فخر کے اس کا ذکر کرتا پھرتا ہے، ایسا شخص معافی سے دور ہوتا جاتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”سب کے لئے معافی کی امید ہے، مگر جو لوگ کھلم کھلا گنا کرتے ہیں، اور یہ بھی کھلم کھلا گناہ کرنا ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو اس کے گناہ کی پردہ پوشی فرمائی تھی مگر صبح اُٹھ کر خود اپنے کو رُسوا کرنا شروع کردیا کہ میاں فلانے ! ہم نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں کام کیا تھا، اس طرح خود اپنی ہتک عزت کرنے لگا، حالانکہ خدا تعالیٰ نے اس کے گناہ کو چھپا لیا تھا“۔ (بخاری:6069) کبھی گناہ کی برائی دل میں کم ہوتے ہوتے اس قدر جری ہوجاتا ہے کہ کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

(۱۳) خدا کے دشمنوں سے مشابہت

ایک نقصان یہ ہے کہ دشمنانِ خدا سے مشابہت ہوجاتی ہے کیوں کہ ہر معصیت دشمنان خدا میں سے کسی نہ کسی کی میراث ہے، تو گویا یہ شخص ان ملعونوں کا وارث بنتا ہے، مثلاً ”لواطت“ قوم لوط (علیہ السلام) کی میراث ہے، ”کم ناپنا تولنا“ قوم شعیب (علیہ السلام) کی میراث ہے ”اکڑنا اور فتنہ کرنا“ فرعون اور اس کی قوم کی میراث ہے، ”تکبر و ظلم“ قومِ ہود (علیہ السلام) کی میراث ہے، تو یہ عاصی ان لوگوں کی ہیئت بنائے ہوئے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص کسی قوم کی وضع بنائے وہ انہی میں شمار ہے۔“ (ابوداؤد:4296)

(۱۴) دربارِ الٰہی میں بے قدر و قیمت ہونا

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ شخص ذلیل وخوار ہوجاتا ہے اور جب خالق کے نزدیک ذلیل وخوار ہوجاتا ہے تو مخلوق میں بھی اس کی عزت نہیں رہتی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ) جسے خدا ذلیل کرے اُسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔

اگرچہ لوگ اس کے ظلم وشرارت کے خوف سے اس کی تعظیم کرتے ہوں، مگر کسی کے دل میں عظمت نہیں رہتی۔

(۱۵) گناہ کا اثر دوسری مخلوقات پر

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کی نحوست جیسے اس شخص کو پہنچتی ہے اسی طرح دوسری مخلوقات کو بھی پہنچتی ہے، وہ سب اس پر لعنت کرتے ہیں، اس لئے گناہ کی سزا تو الگ ہوگی یہ لعنت اس پر مزید اضافہ ہے۔

❁ مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ: جب خشک سالی ہوتی ہے اور بارشیں رُک جاتی ہیں تو چوپائے نافرمانی کرنے والے آدمیوں پر لعنت کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ ابن آدم کے گناہوں کی نحوست سے ہوا۔

(۱۶) عقل میں فتور و فساد کا پیدا ہونا

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے عقل میں فتور و فساد آجاتا ہے، کیوں کہ عقل ایک نورانی چیز ہے، کدورت و معصیت سے اس میں کمی آجاتی ہے، بلکہ خود گناہ کرنا بھی کم عقلی کی دلیل ہے، اگر اس شخص کی عقل ٹھکانے ہوتی تو کیا ایسے خدا کی نافرمانی کرتا جو اس کا مالک ہے اور وہ اس کو دیکھ بھی رہا ہے، اور اس کے فرشتے لکھ بھی رہے ہیں، قرآن مجید منع کررہا ہے، ایمان منع کررہا ہے، موت منع کررہی ہے، دوزخ منع کررہی ہے، بھلا کوئی سمجھدار آدمی ان باتوں کے ہوتے ہوئے گناہ کرسکتا ہے؟

(۱۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی لعنت کا مستحق ہونا

ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی لعنت میں داخل ہوجاتا ہے کیوں کہ آپ نے بہت سے گناہوں پر لعنت فرمائی ہے، اور جو گناہ ان گناہوں سے بڑھ کر ہیں اُن پر تو بہ درجۂ اولیٰ لعنت کا مستحق ہوگا؛ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جسم تراش کے رنگ بھرنے والی عورتوں پر، اپنے بالوں میں دوسروں کے بال ملاکر زیادہ کرنے والی عورتوں پر، شوہر کو ناراض کر کے علاحدہ رات گذارنے والی بیوی پر، سود لینے، سود دینے، سود لکھنے، اس پر گواہ بننے والوں پر، شراب پینے، پلانے، بنانے اور بانٹنے والوں پر، باپ کو گالی دینے والے پر، اُن مردوں پر جو عورتوں کی سی شکلیں بنائیں، اور اُن عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں، غیر اللہ کے نام ذبح کرنے والوں پر، تصویر بنانے والوں پر، قوم لوط کا عمل کرنے والوں پر، میاں بیوی کے درمیان جھگڑا لگانے والوں پر، مسلمانوں کو نقصان پہونچانے والوں پر اور اُنہیں دھوکہ دینے والوں پر وغیرہ بہت سے گناہوں پر لعنت فرمائی ہے۔

(۱۸) فرشتوں کی دعاؤں سے محروم ہونا

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے فرشتوں کی دعا سے محروم ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ الاٰية) اس کا خلاصہ ومطلب یہ ہے کہ جو فرشتے عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور عرش کے اطراف ہیں، وہ تسبیح وتحمید کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں، ایمان والوں کے لئے مغفرت مانگتے ہیں کہ یا اللہ آپ کی رحمت اور علم بہت وسیع ہے، ایسے لوگوں کو بخش دیجئے جو آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آپ کی راہ کی پیروی کرتے ہیں، اور ان کو عذاب جہنم سے بچالیجئے۔

دیکھئے! اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے ان مومنوں کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی راہ چلتے ہیں، جس شخص نے گناہ کر کے وہ راہ چھوڑ دی اس دولت کا کہاں مستحق رہا؟۔

(۱۹) خشکی اور تری میں فساد برپا ہونا۔

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے طرح طرح کی خرابیاں زمین میں پیدا ہوتی ہیں، پانی، ہوا، غلہ، پھل ناقص ہو جاتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ) یعنی ظاہر ہو گیا بگاڑ خشکی اور تری میں، ان عمال کی وجہ سے جن کو لوگوں کے ہاتھوں نے کمایا ہے۔

(۲۰) حیا و غیرت سے محروم ہونا

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے حیا و غیرت جاتی رہتی ہے، اور جب شرم نہیں رہتی تو یہ شخص جو کچھ کر گزرے تھوڑا ہے، اس شخص کا کچھ اعتبار نہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ''جب تم میں حیاء ہی نہیں تو جو کرو کم ہے''۔ (بخاری)

(۲۱) اللہ تعالیٰ کی عظمت کا دل سے نکل جانا

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی عظمت (اور اس کی بڑائی) دل سے نکل جاتی ہے، اگر خدا تعالیٰ کی عظمت اس کے دل میں ہوتی تو اس کی مخالفت پر قدرت کیسے ہو سکتی؟ جب اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت نہیں رہے گی تو اللہ تعالیٰ کی نظر میں بھی اس کی عزت ختم ہو جائے گی۔

(۲۲) نعمتوں کا چھن جانا اور بلاؤں کا بڑھ جانا

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے نعمتیں چھن جاتی ہیں، اور بلاؤں اور مصیبتوں کا ہجوم ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ بلائیں گناہوں کی وجہ سے ہی نازل ہوتی ہیں اور توبہ سے ہی ختم ہو سکتی ہیں۔

(۲۳) اچھے ناموں کے بجائے بُرے ناموں کا مستحق ہو جانا۔

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے مدح و شرف کے القاب سلب ہو کر مذمت اور ذلت کے خطاب ملتے ہیں، مثلاً: نیک کام کرنے والوں کو صالح، دین دار، پرہیزگار، اللہ والا، متقی،

عفیف و پاک دامن، صوم وصلوٰۃ کا پابند، ولی اللہ، اور ذاکر وشاغل جیسے ناموں سے پکارا جاتا ہے اور گناہ کے کام کرنے والا فاسق وفاجر، بدکار، احسان فراموش، بے وفا اور کمینہ کہہ کر یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت معاویہؓ کو خط میں لکھا تھا کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے، تو اس کی تعریف کرنے والا خود بخود اس کی مذمت کرنے لگتا ہے۔

(۲۴) شیاطین کا تسلط

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے شیاطین اس پر مسلط ہو جاتے ہیں، کیوں کہ اطاعت ایک خداوندی قلعہ ہے جس کے اندر وہ دشمن کے غلبے سے محفوظ رہتا ہے، جب قلعے سے باہر نکلا دشمنوں نے گھیر لیا، پھر شیاطین جس طرح چاہتے ہیں اس میں تصرف کرتے ہیں اور اس کے سب اعضا کو معاصی میں غرق کر دیتے ہیں۔

(۲۵) اطمنان قلب سے محرومی

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے قلب کا اطمینان جاتا رہتا ہے، کچھ پریشان سا ہو جاتا ہے، ہر وقت ڈر لگا رہتا ہے کہ کسی کو خبر نہ ہو جائے، کہیں عزت میں فرق نہ آ جائے، کوئی بدلہ نہ لینے لگے، میرے نزدیک ارشادِ باری فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا میں ضنک بمعنی تنگ کے یہی مفہوم ہے۔

(۲۶) حُسنِ خاتمہ سے محرومی

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرتے کرتے وہی دل میں بس جاتا ہے، یہاں تک کہ مرتے وقت کلمہ تک منہ سے نہیں نکلتا، بلکہ جو افعال حالت حیات میں غالب تھے وہی اس وقت بھی سرزد ہوتے ہیں۔

ایک تاجر اپنے عزیز کی حکایت بیان کرتا ہے کہ مرتے وقت اس کو کلمہ کی تلقین کی جارہی تھی اور وہ بجائے کلمہ پڑھنے کے بک رہا تھا کہ یہ کپڑا بڑا نفیس (عمدہ) ہے، یہ خریدار بڑا خوش معاملہ (لین دین میں اچھا) ہے، آخر اسی حالت میں مر گیا۔ کسی سائل کی حکایت ہے: مرتے وقت کہتا تھا: اللہ کے واسطے ایک پیسہ، اللہ کے واسطے ایک پیسہ، اسی میں تمام ہو گیا۔ اسی طرح

ایک شخص کو موت کے وقت کلمہ پڑھانے لگے، کہنے لگا: آہ آہ! میرے منہ سے نہیں نکل پا رہا ہے، اس آخری وقت کے بہت سے حالات اس وقت کے ہم کو معلوم بھی نہیں ہوتے، خدا جانے اور کیا کیا گزرتی ہوگی؟ خدا کی پناہ!

(۲۷) رحمتِ الٰہیہ سے ناامید ہونا

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے رحمت الٰہیہ سے ناامیدی ہو جاتی ہے، اس وجہ سے توبہ نہیں کرتا بے توبہ ہی مرجاتا ہے، کسی شخص سے مرتے وقت کہا گیا کہ ''لا الہ الا اللہ'' کہہ، اس نے گانا شروع کیا: تاتاتن تنا، اور کہنے لگا: جو کلمہ مجھ سے پڑھواتے ہو اس سے مجھ کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ کوئی گناہ تو میں نے چھوڑا نہیں، آخر کلمہ نہ پڑھا اور رخصت ہو گیا۔

کسی اور شخص سے کلمہ پڑھوانے لگے، بولا: اس کلمہ سے کیا ہوگا؟ میں نے کبھی نماز تک نہیں پڑھی، وہ بھی یوں ہی مرگیا۔ کسی اور شخص سے کلمہ پڑھنے کو کہا گیا، کہنے لگا: میں تو اس کلمہ کا منکر ہوں اور چل دیا۔ ایک شخص نے یہ بیان کیا کہ کوئی میری زبان پکڑ لیتا ہے۔ اللھم احفظنا منہ

رجوع بہ مقصود

گناہوں کی یہ چند دنیوی مضرتیں (نقصانات) ہیں جو گناہ کرنے والے کو لاحق ہوتی ہیں، ان کے علاوہ اور بھی بہت سے ظاہری و باطنی نقصانات ہیں جو قرآن وحدیث میں غور کرنے سے اور خود دل میں سوچنے سے بہت جلد سمجھ میں آسکتے ہیں، اور آخرت میں جو مضرتیں ہیں وہ الگ ہیں، جنہیں پانچویں باب میں بیان کیا جا رہا ہے، کوئی عقل مند ہرگز پسند نہیں کرسکتا کہ ذرا سی جھوٹی خواہش کے لئے مصائب اور (تکلیفوں) کا اتنا بڑا پہاڑ اپنے سر پر لے۔ حالاں کہ روزانہ کے معاملات میں بھی جس چیز میں مفاسد اور مضرتیں غالب ہوتی ہیں آدمی اس کے پاس نہیں پھٹکتا تو یہی برتاؤ معاصی کے ساتھ کرنا بھی لازم اور عقل مندی ہے، اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنی نافرمانی سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین

باب سوم

نیک کاموں کے چند دنیوی فائدے

(۱) روزی روٹی میں اضافہ ہونا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ (سورۃ المائدۃ: ٦٦) ''اگر وہ لوگ قائم رکھتے تورات اور انجیل کو اور اس کتاب کو جو اُن کی طرف نازل کی گئی ان کے رب کی جانب سے یعنی قرآن (مراد یہ ہے کہ ان پر پورا پورا عمل رکھتے، تورات وانجیل پر عمل کرنا یہی ہے کہ اس کے عہد کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاتے اور آپ کا اتباع کرتے،) تو وہ لوگ اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کھاتے''۔ (اوپر سے کھانا یہ ہے کہ بارش ہوتی اور نیچے سے یہ کہ غلہ اگتا) اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ احکامِ الٰہی پر عمل کرنے سے رزق بڑھتا ہے۔

(۲) برکتوں کا نازل ہونا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٩٦﴾ (سورۃ الاعراف) ''یعنی وہ لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر طرح طرح کی برکتیں آسمان اور زمین سے کھول دیتے لیکن انہوں نے تو جھٹلایا، پس ہم نے ان کو انہی کے اعمال کی وجہ سے پکڑ میں لے لیا''۔

اس آیت سے صاف پتہ چل رہا ہے کہ نیک کاموں سے ہر طرح کی برکتیں نازل ہوتی ہیں۔

(۳) تکالیف و پریشانیوں سے نجات کا ملنا

ارشادِ ربانی ہے: وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا ۙ﴿۲﴾ وَّيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ ؕ وَمَنۡ يَّتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ ؕ (سورۃ الطلاق: ۲،۳) ''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے نکلنے کی راہ بنا دیتے ہیں، (یعنی ہر قسم کی دشواری و تنگی سے اس کو نجات ملتی ہے) اور اس کو ایسی جگہ سے رزق عنایت فرماتے ہیں کہ وہ گمان بھی نہیں کرتا، اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کے لئے کافی ہو جاتے ہیں''۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تقویٰ یعنی پرہیزگاری کی برکت سے ہر قسم کی دشواری سے نجات ہو جاتی ہے۔

(۴) کاموں کا آسانی سے بن جانا

ارشاد ہے: وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ اَمۡرِهٖ يُسۡرًا ﴿۴﴾ (سورۃ الطلاق: ۴) ''اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے کام میں آسانی کر دیتے ہیں''۔ اس آیت میں صاف طور پر موجود ہے کہ گناہوں سے بچنے اور نیک کام کرنے سے اللہ تعالیٰ بندوں کے کام آسان فرما دیتے ہیں۔

(۵) پاکیزہ زندگی کا حاصل ہونا

ارشادِ ربانی ہے: مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (سورۃ النحل: ۹۷) ''جو شخص نیک عمل کرے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطے کہ وہ ایمان والا ہو تو ہم اس کو صاف ستھری اور پاکیزہ زندگی عطا کریں گے۔

کھلی آنکھوں سے یہ بات نظر آتی ہے کہ نیک لوگوں کا سا لطف و راحت بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں ہے۔

(۶) بارش کا ہونا اور مال و اولاد میں اضافہ ہونا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝۱۰ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا ۝۱۱ وَّیُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَیَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝۱۲ (سورۃ نوح) ”تم اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کرتے رہو، بے شک وہ بڑے بخشنے والے ہیں، وہ خوب بارش برسائیں گے اور مال و اولاد کے ذریعہ تمہاری مدد کریں گے اور تمہارے لئے باغات بنائیں گے اور ندیاں بہائیں گے۔

معلوم ہوا کہ نیک کاموں سے بارش ہوتی ہے، مال بڑھتا ہے، اولاد ہوتی ہے، باغ پھلتا ہے، نہروں کا پانی زیادہ ہوتا ہے۔

(۷) برکات کا نزول اور بلاؤں سے حفاظت ہونا

ارشادِ ربانی ہے: اِنَّ اللّٰهَ یُدٰفِعُ عَنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ (الحج:۳۸) ”اللہ تعالیٰ دفع کر دیتے ہیں (یعنی تمام شرور، مصیبتوں اور برائیوں کو) ان لوگوں سے جو ایمان لائے“۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ایمان لانے سے خیر اور برکتیں نصیب ہوتی ہیں، ہر قسم کی بلائیں ٹل جاتی ہیں۔

(۸) اللہ تعالیٰ کا حامی و مددگار ہونا۔

ارشادِ ربانی ہے: اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (البقرۃ: ۲۵۷) ”اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے مددگار ہیں۔“

معلوم ہوا کہ ایمان کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی خاص مدد اور نُصرت حاصل ہوتی ہے۔

(۹) فرشتوں کے ذریعہ مدد کرائی جانا۔

ارشادِ باری ہے: اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ“ (سورۃ الانفال: ۱۲) ”اس وقت کو یاد کرو جب کہ حکم فرماتے تھے تمہارے پروردگار فرشتوں کو کہ بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں، تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو“۔

معلوم ہوا کہ ایمان اور اعمال صالحہ کی برکت سے ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ فرشتوں کو تک بھیج کر مدد فرماتے ہیں۔

(۱۰) عزت و بلندی کا ملنا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (المنافقون:۸) ''اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی عزت ہے، اور ان کے رسول کے لئے، اور ایمان والوں کے لئے عزت ہے۔''

معلوم ہوا کہ ایمان اور اعمال صالحہ کی برکت سے سچی عزت عنایت ہوتی ہے۔

(۱۱) مراتب کا بلند ہونا۔

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ (المجادلۃ: ۱۱) ''یعنی اللہ تعالیٰ مراتب بلند کریں گے ان لوگوں کے جو تم میں سے ایمان لائے۔''

معلوم ہوا کہ ایمان اور اچھے کاموں کی برکت سے آدمی کے درجے اور مرتبے بلند ہو جاتے ہیں۔

(۱۲) مخلوق کے دلوں میں محبت کا ڈالا جانا۔

ارشادِ ربانی ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾ (سورۂ مریم) ''بے شک جو لوگ ایمان لائے، اور اچھے عمل کئے، بہت جلد اللہ تعالیٰ ان کی محبت (لوگوں کے قلوب میں) پیدا کر دیں گے''۔

ایمان اور اعمالِ صالحہ کی برکت سے مخلوق کے دلوں میں محبت پیدا کی جاتی ہے۔ اس قبولیت کا یہاں تک اثر ہوتا ہے کہ حیوانات اور جمادات بھی اس شخص کی اطاعت کرنے لگتے ہیں۔[۱]

---

[۱] ایک حدیث میں بھی یہ مضمون ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے محبت فرماتے ہیں، تو پہلے فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ فلاں شخص سے محبت کرو، پھر دنیا میں منادی کی جاتی ہے کہ فلاں بندے سے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے خوش ہیں ''فیوضع له القبول فی الارض'' پھر اس کی محبت زمین والوں میں بھی پیدا کر دی جاتی ہے۔ (بخاری:3029)

(۱۳) قرآن مجید کا اس کے حق میں شفا ہونا

ارشادِ ربانی ہے: قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ (حٰم سجدہ: ۴۴) ''کہہ دیجئے کہ قرآن ایمان والوں کے لئے ہدایت وشفا ہے''۔

معلوم ہوا کہ ایمان والوں کے لئے خود قرآن کریم ظاہری و باطنی بیماریوں کے لئے شفا ہے، یعنی گم راہی کے مرض سے تو نجات ملتی ہی ہے جسمانی امراض سے بھی شفا حاصل ہوتی ہے۔

(۱۴) مالی نقصان کی تلافی ہونا

ارشادِ ربانی ہے: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (سورۃ الانفال) ''اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ ان قیدیوں سے جو آپ کے قبضے میں ہیں کہہ دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں ایمان جان لیں گے تو جو مال تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تم کو عنایت کر دیں گے، اور تمہارے گناہ بھی بخش دیں گے، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے بڑے مہربان ہیں''۔

آیت سے ظاہر ہے کہ نیک کام کرنے سے مالی نقصان کی تلافی ہو جاتی ہے اور اس کا اچھا بدلہ مل جاتا ہے۔ یہ آیت بدر کے قیدیوں کے حق میں ہے، جن لوگوں سے بطور فدیہ کے کچھ مال لیا گیا تھا اُن سے وعدہ کیا جا رہا ہے کہ اگر تم سچے دل سے ایمان لاؤ گے تو تم کو پہلے سے بہت زیادہ مال مل جائے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۱۵) شکر کرنے سے نعمت میں اضافہ ہونا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (سورۃ ابراھیم: ۷) ''اگر تم شکر کرو گے تو یقیناً تمہاری نعمتوں میں اضافہ کروں گا''۔

معلوم ہوا کہ نیک کام کرنے سے روز بہ روز نعمتوں میں ترقی ہوتی رہتی ہے، شکر کرنا بھی نیک کام ہے۔

(۱۶) خیرات کرنے سے مال میں برکت ہونا

ارشادِ ربانی ہے: وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَکٰوۃٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْہَ اللّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾ (سورۃ الروم) اور جو کچھ تم زکوۃ دیتے ہو جس سے محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہتے ہو پس یہی لوگ دُگنا کرنے والے ہیں۔ یعنی مال کو دنیا میں اور اجر کو آخرت میں بڑھا لینے والے ہیں۔

پتہ چلا کہ نیک کاموں میں مال خرچ کرنے سے مال بڑھتا ہے۔

(۱۷) اطمنان قلب کا حصول ہونا

ارشادِ ربانی ہے: اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾ (سورۃ الرعد) ''سنو! دل اللہ کی یاد ہی سے چین پاتے ہیں''۔

پس معلوم ہوا کہ نیک کام کرنے سے قلب میں ایک قسم کی راحت اور اطمنان کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے، جس کی لذت کے سامنے کسی بادشاہت کی بھی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

(۱۸) والدین کی نیکی سے اولاد کو نفع پہنچنا

اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ کے دوران فرمایا ہے: وَاَمَّا الْجِدَارُ فَکَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَۃِ وَکَانَ تَحْتَہٗ کَنْزٌ لَّھُمَا وَکَانَ اَبُوْھُمَا صَالِحًا ج فَاَرَادَ رَبُّکَ اَنْ یَّبْلُغَآ اَشُدَّھُمَا وَیَسْتَخْرِجَا کَنْزَھُمَا صلے رَحْمَۃً مِّنْ رَّبِّکَ (سورۃ الکھف: ۸۲) ''یعنی حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ: میں نے جو وہ دیوار بلا اُجرت درست کردی تھی وہ دو یتیم بچوں کی تھی جو شہر میں رہتے ہیں، اور اس دیوار کے نیچے ان کا خزانہ گڑا ہوا ہے، اور ان کا باپ بزرگ آدمی تھا، پس خدا تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ یہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور اپنا خزانہ نکال لیں، یہ تمہارے پروردگار کی مہربانی ہے''۔

اس قصّے سے معلوم ہوا کہ ان لڑکوں کے مال کی حفاظت کا حکم خضر علیہ السلام کو اس سبب سے ہوا کہ ان کا باپ نیک آدمی تھا، سبحان اللہ! نیکوکاری کی برکتیں نسل میں بھی چلتی ہیں، آج

کل لوگ اولاد کے لئے طرح طرح کے سامان، جائیداد، روپیہ وغیرہ چھوڑ جانے کی فکر کرتے ہیں، مگر یہ نہیں معلوم کہ سب سے زیادہ کام کی جائیداد یہ ہے کہ خود نیک کام کریں کیوں کہ اس کی برکت سے اولاد سب بلاؤں سے محفوظ رہتی ہے۔

(۱۹) موت سے پہلے بشارتوں کا ملنا

ارشادِ ربانی ہے: اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ (سورہ یونس)

"آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو نہ کچھ ڈر ہے نہ وہ مغموم و پریشان ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے، ان کے لئے خوشخبری ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی"۔

معلوم ہوا کہ نیک کاموں سے زندگی ہی میں غیبی بشارتیں نصیب ہوتی ہیں، جس سے آخرت کے بارے میں خوف و غم کم ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں اس کی تفسیر وارد ہوئی ہے کہ بشریٰ سے مراد اچھا خواب ہے جس سے دل خوش ہو جائے، مثلاً خواب میں دیکھا کہ جنت میں چلا گیا، یا اللہ تعالیٰ کی زیارت سے مشرف ہوا، یا اس طرح کا اور خواب دیکھ لیا جس سے اچھے خاتمے کی امید بنتی ہے اور وہ دل کی خوشی واطمینان کا سبب ہوتا ہے۔

(۲۰) مرتے وقت فرشتوں کی طرف سے خوش خبری کا ملنا

نیک کام کرنے سے فرشتے مرتے وقت کامیابی کی خوش خبری سناتے ہیں، جس سے دنیا اور دنیا والوں سے جدائی کا غم ہلکا ہو جاتا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِىْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِىْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾ (سورۃ حٰم سجدہ)

"یعنی جن لوگوں نے کہا کہ ہمارے رب اللہ تعالیٰ ہیں، پھر وہ اس پر ثابت قدم بھی رہے تو ان لوگوں پر فرشتے (موت کے وقت) اُترتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) تم نہ خوف کرو نہ غم کرو، بلکہ

جنت میں جانے کی خوش خبری سنو، جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا، ہم تمہارے حامی و مددگار ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، اور جنت میں وہ سب کچھ ہے جو تمہارا جی چاہتا ہے، اور تمہارے لئے اس میں وہ چیزیں ہیں جو تم مانگو گے، یہ تمہاری مہمانی ہے بخشنے والے مہربان کی طرف سے''۔

دیکھئے! اس آیت میں مذکور ہے کہ مرتے وقت فرشتے کیا کیا خوشی کی باتیں سناتے ہیں۔

(۲۱) حاجت روائی میں مدد کی جانا

نیک کاموں کی برکت سے آدمی کی مشکلات دور ہوتی ہیں اور مسائل حل ہونے میں سہولت ہوتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: **وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ** ''(اپنے حوائج میں) صبر اور نماز کے ذریعہ (اللہ تعالیٰ کی) مدد طلب کرو۔

حدیث شریف میں اس استعانت (مدد طلب کرنے) کا ایک خاص طریق وارد ہوا ہے، امام ترمذیؒ نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو کسی قسم کی حاجت ہو اللہ تعالیٰ سے یا آدمی سے، اس کو چاہئے کہ اچھی طرح وضو کرے، پھر دو رکعت نماز پڑھے، پھر اللہ تعالیٰ کی ثنا کہے مثلاً: سورہ فاتحہ پڑھ لے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف بھیجے، پھر یہ دعا پڑھے: **لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، أَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ، وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ، لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَّجْتَهُ، وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًى إِلَّا قَضَيْتَهَا، يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ**

(ابن ماجہ: 1384)

(۲۲) تردد اور پریشانی کا دور ہونا

بعض طاعات کا یہ اثر ہے کہ کسی معاملے میں اگر یہ اُلجھن ہو جائے کہ کیا کرنا بہتر ہوگا تو اس عمل کی برکت سے یہ اُلجھن رفع ہو جاتی ہے، اور اسی جانب رائے قائم ہو جاتی ہے جس میں سراسر خیر ہو، ضرر کا احتمال بالکل نہیں رہتا، گویا اللہ تعالیٰ سے مشورہ مل جاتا ہے۔

امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب تم کو کسی کام میں تردد ہو یعنی سمجھ میں نہ آتا ہو کہ کس طرح کرنا بہتر ہوگا، مثلاً: کسی سفر کے بارے میں تردد ہو کہ اس میں نفع ہوگا یا نقصان؟ اسی طرح اور کسی کام میں تردد ہو تو دو رکعت پڑھ کر یہ دعا پڑھو: اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ أَسۡتَخِیۡرُکَ بِعِلۡمِکَ، وَ أَسۡتَقۡدِرُکَ بِقُدۡرَتِکَ، وَ أَسۡأَلُکَ مِنۡ فَضۡلِکَ الۡعَظِیۡمِ، فَاِنَّکَ تَقۡدِرُ وَ لَا أَقۡدِرُ، وَ تَعۡلَمُ وَ لَا أَعۡلَمُ، وَ أَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ اَللّٰھُمَّ اِنۡ کُنۡتَ تَعۡلَمُ أَنَّ ھٰذَا الۡأَمۡرَ خَیۡرٌ لِّیۡ فِیۡ دِیۡنِیۡ وَ مَعَاشِیۡ وَ عَاقِبَةِ أَمۡرِیۡ فَاقۡدِرۡهُ لِیۡ، وَیَسِّرۡهُ لِیۡ، ثُمَّ بَارِکۡ لِیۡ فِیۡهِ وَ اِنۡ کُنۡتَ تَعۡلَمُ أَنَّ ھٰذَا الۡأَمۡرَ شَرٌّ لِّیۡ فِیۡ دِیۡنِیۡ وَ مَعَاشِیۡ وَ عَاقِبَةِ أَمۡرِیۡ، فَاصۡرِفۡهُ عَنِّیۡ وَ اصۡرِفۡنِیۡ عَنۡهُ، وَ اقۡدِرۡ لِیَ الۡخَیۡرَ حَیۡثُ کَانَ ثُمَّ اَرۡضِنِیۡ بِهٖ (بخاری:1109)

نوٹ: ھٰذَا الۡأَمۡرَ کی جگہ جو کام ہے اس کا ذکر کرلے یا تصوّر میں رکھ لے۔

(۲۳) اہم کاموں میں اللہ تعالیٰ کا ذمہ دار ہو جانا

بعض نیکیوں میں یہ اثر ہے کہ اس سے تمام مشکلات کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ لے لیتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: اے ابن آدم! میرے لئے شروع دن میں چار رکعت پڑھ لیا کر میں ختم دن تک تیرے سارے کام بنا دیا کروں گا۔

(ترمذی:485)

(۲۴) مال میں برکت کا ہونا

بعض طاعات میں یہ اثر ہے کہ اُن کی وجہ سے مال میں برکت ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اگر خریدار اور بیچنے والے اپنے خرید و فروخت میں سچ بولیں اور دیانت سے کام لیں تو دونوں کے لئے ان کی خرید و فروخت میں برکت رکھ دی جاتی ہے۔ (بخاری:2079)

ظاہر ہے کہ سچ بولنا اور مال کے عیب کو نہ چھپانا نیکی ہے، اور اس نیکی سے یہ برکت ملتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ نیکیوں کا ایک دنیوی فائدہ خیر و برکت کا حاصل ہونا بھی ہے۔

(۲۵) سلطنت کا باقی رہنا

دین داری کی برکت سے بادشاہی باقی رہتی ہے، حدیث پاک میں آیا ہے کہ ”خلافت وحکومت ہمیشہ خاندانِ قریش ہی میں رہے گی، بہ شرطے کہ وہ دین کو قائم رکھیں، جو ان کی مخالفت کرے گا اللہ پاک اس کو ذلیل ورسوا فرمائے گا۔ (بخاری:3500)

(۲۶) غضب الٰہی اور سوء خاتمہ سے حفاظت

بعض طاعات مالیہ سے اللہ تعالیٰ کا غصہ بجھتا ہے اور بری حالت پر موت نہیں آتی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”صدقہ وخیرات کرنا اللہ تعالیٰ کے غصّے کو بجھا دیتا ہے اور بُری موت سے آدمی کو بچاتا ہے“۔ (ترمذی:664)

(۲۷) عمر میں برکت ہونا اور بلائیں ٹلنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی عمر بڑھے، رزق میں کشادگی ہو اور بری موت سے محفوظ رہے، اس کو چاہئے کہ اللہ سے ڈرے اور اپنے اندر صلہ رحمی پیدا کرے۔“ (مسند احمد:1213)

(۲۸) تمام حاجتوں کا پورا ہونا

سورۂ یٰسین پڑھنے سے تمام کام بن جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص شروع دن میں سورۂ یٰسین پڑھے تو اس کی تمام حاجتیں پوری کی جائیں گی۔ (دارمی:3418)

(۲۹) فقر وفاقہ سے حفاظت ہونا

سورۂ واقعہ پڑھنے سے فاقہ نہیں ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص سورۂ واقعہ ہر شب میں پڑھا کرے تو اس کو فاقہ کبھی نہ ہوگا۔ (بیہقی:2499)

(۳۰) تھوڑے کھانے میں برکت ہونا

ایمان کی برکت سے تھوڑے کھانے میں آسودگی ہو جاتی ہے، حدیث میں ہے کہ ایک

شخص کھانا بہت کھایا کرتا تھا، پھر وہ مسلمان ہوگیا تو تھوڑا کھانے لگا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں اس کا ذکر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنت میں کھاتا ہے۔ (بخاری:5397)

یعنی مومن کو ایمان کی برکت سے تھوڑا کھانا کافی ہوجاتا ہے۔

(۳۱) بیماری سے حفاظت ہونا

بعض دعاؤں میں یہ برکت ہے کہ بیماری لگنے یا کوئی اور بلا پہنچنے کا خوف نہیں رہتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مبتلائے غم یا مرض کو دیکھ کر یہ دعا پڑھے: اَلْحمْدُ لِلّٰہِ الَّذِيْ عَافَانِي مِمَّا ابْتَلَاكَ اللّٰهُ بِهٖ وَفَضَّلَنِيْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا تو وہ بیماری یا عیب ہرگز اس کو نہ پہنچے گا، خواہ کچھ ہی ہو۔ (ترمذی:3431)

(۳۱) افکار کا زائل ہوجانا

بعض دعاؤں میں یہ برکت ہے کہ فکریں زائل ہوجاتی ہیں، قرض ادا ہوجاتا ہے، ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے بہت سی فکروں اور قرض نے گھیر لیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: تجھ کو ایسی دعا بتادوں کہ اس کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ تیری ساری فکریں دور کردے، اور تیرا قرض بھی ادا کردے، اس شخص نے عرض کیا بہت خوب! فرمایا: صبح وشام یہ کہا کر: اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَأَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ أَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ أَعُوْذُ بِکَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ

اس شخص کا بیان ہے کہ میں نے یہی کیا، سو میرے سارے غم بھی جاتے رہے اور قرض بھی ادا ہوگیا۔ (ابوداؤد:1555)

(۳۳) سحر وجادو سے حفاظت

بعض دعائیں ایسی ہیں کہ سحر وغیرہ کے اثر سے محفوظ رکھتی ہیں، حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: چند کلمات ہیں جو اگر میں نہ کہتا رہتا تو یہود مجھ کو (اپنے خطرناک جادوؤں سے)

گدھا بنا دیتے، کسی نے پوچھا وہ کلمات کیا ہیں؟ انہوں نے کہا " أَعُوذُ بِوَجْهِ اللهِ الْعَظِيمِ الَّذِي لَيْسَ شَيْءٌ أَعْظَمَ مِنْهُ، وَبِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ الَّتِي لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ، وَبِأَسْمَاءِ اللهِ الْحُسْنَى كُلِّهَا، مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ أَعْلَمْ، مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَبَرَأَ وَذَرَأَ " ۔(مؤطا امام مالک:3502)

اسی طرح طاعات میں اور بے شمار فوائد و منافع ہیں، جو قرآن شریف وحدیث شریف میں اور روزانہ معاملات میں غور کرنے سے سمجھ میں آسکتے ہیں، اور ہم کھلی آنکھوں دیکھتے ہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانبردار ہیں ان کی زندگی ایسی حلاوت ولطف سے بسر ہوتی ہے کہ اس کی نظیر بڑے بڑے مالداروں میں نہیں ملتی، ان کے تھوڑے میں برکت ہوتی ہے، ان کے دلوں میں نورانیت ہوتی ہے جو اصلی سرمایہ سرور ہے۔

یا الٰہی! ہم سب کو اپنی طاعت کی توفیق عطا فرمائیے، اور اپنی رضامندی وقرب نصیب فرمائیے۔ آمین

نوٹ: نیک کاموں پر جو آخرت میں بڑے بڑے وعدے کئے ہیں اُن کا بیان آگے چھٹے باب میں آرہا ہے۔

باب چہارم

اعمال کے اُخروی اثرات کی تحقیق

اس باب میں یہ بیان ہے کہ گناہ میں اور سزائے آخرت میں کیسا گہرا تعلق ہے، جاننا چاہیئے کہ کتاب وسنت اور کشف (یعنی ایک خاص ایمانی قوت) سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس عالم دنیا کے علاوہ دو عالم اور ہیں ایک کو برزخ اور دوسرے کو عالمِ غیب کہتے ہیں اور آخرت سے یہاں ہماری مراد عام ہے یعنی دونوں کو شامل ہے جس وقت آدمی کوئی عمل کرتا ہے تو وہ فوراً عالمِ برزخ میں عکس بن کر چھپ جاتا ہے اور اس وجود پر کچھ آثار بھی مرتب ہوتے ہیں، عالمِ برزخ کا نام قبر بھی ہے، پھر اُنہی اعمال کا ایک وقت کامل ظہور ہوگا جس کو یومِ حشر ونشر کہتے ہیں، اس طرح ہر عمل کے وجودی مرتبے تین ہوئے، ۱ صدور، ۲ ظہور مثالی، ۳ ظہورِ حقیقی۔

اس مضمون کو ریکارڈر[1] کی مثال سے سمجھنا چاہیئے، جب آدمی کوئی بات کرتا ہے اس کے تین مرتبے ہوتے ہیں ایک مرتبہ یہ کہ جو اس کے منہ سے بات نکلی، دوسرا مرتبہ اس بات کا ریکارڈر میں محفوظ رہنا، تیسرا مرتبہ ریکارڈر سے نکلنا اور سنائی دینا ہے کیوں کہ جب اس ریکاڈر سے آواز نکالنا چاہیں گے وہی آواز بعینہٖ پیدا ہو جائے گی، اب سمجھئے کہ بات کا مُنھ سے نکلنا عالمِ دنیا کی مثال ہے، ریکارڈر میں ٹیپ ہو جانا عالمِ برزخ کی مثال ہے، پھر اس سے نکلنا عالمِ آخرت کی مثال ہے۔

---

[1] حضرتؒ نے ’’فوٹوفون‘‘ کی مثال دی تھی، چوں کہ وہ اس زمانے میں نہیں ہے اس لئے میں نے اس کو ریکارڈر سے بدل دیا، کیوں کہ مقصود مثال سے بات سمجھانا ہے۔

جیسے کوئی عقل منداس میں شک نہیں کرتا کہ الفاظ منھ سے نکلتے ہی ریکاڈر میں محفوظ ہوجاتے ہیں اوراس میں بھی شک نہیں کرتا کہ نکالنے کے وقت وہی بات نکلے گی جو پہلی مرتبہ مُنھ سے نکلی تھی، اس کے برخلاف ہرگز نہیں نکلے گی، اسی طرح مومن کواس میں شک نہ ہونا چاہئے کہ جس وقت کوئی عمل اس سے صادر ہوتا ہے تو فوراً وہ عالمِ مثال میں پرنٹ یا ٹیپ ہوجاتا ہے اورآخرت میں جب اللہ تعالیٰ ظاہر کرنا چاہیں گے اس کا ظہور ہوگا۔

اس طرح اب یقین ہوگیا کہ آخرت کا سلسلہ بالکل ہماری اختیاری حالت پر مبنی ہے کوئی وجہ مجبوری کی نہیں، جیسے ریکاڈ کئے جاتے وقت ایک ایک بات کا خیال رہتا ہے کہ میرے مُنھ سے کیا نکل رہا ہے کوئی ایسی بات نہ نکل جاوے جس کا اظہار میں اس شخص کے سامنے پسند نہیں کرتا جس کے سامنے یہ ریکارڈر بعد میں کھولا جائے گا، اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس وقت مجالِ انکار نہ ہوگی کیوں کہ اس آلے (یعنی ریکارڈر) کی یقینی خصوصیت ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ کہا کچھ اور ریکارڈ ہوگیا کچھ، اسی طرح صدورِ اعمال کے وقت اس امر کا خیال رہنا چاہیئے کہ میں جو کچھ کررہاہوں وہ کہیں محفوظ ہوتا ہے، اور بِلا کسی کمی وبیشی کے ایک روز سامنے آجائے گا اوراس وقت کمی بیشی کے احتمال کا کوئی عذر یا حیلہ نہ چل سکے گا، اگر یہ مثال ذہن میں بیٹھ جائے گی تو گناہ کرنے سے ایسا ہی ڈر لگے گا جیسا ریکارڈر کے سامنے کسی کو گالیاں دینے سے لگتا ہے، بالخصوص جب یہ یقین ہو کہ یہ ریکارڈر بادشاہ کے سامنے کھولا جائے گا اور میں بھی اس وقت حاضر رہوں گا۔

یا دوسری موٹی مثال سمجھئے، درخت کے پیدا ہونے میں تین مرحلے ہیں، پہلا بیج ڈالنا، دوسرا اس کا زمین سے نکلنا، تیسرا بڑا ہوکر پھل پھول لگنا، سو عقل مند سمجھتا ہے کہ درخت کا نکلنا، اوراس میں پھل پھول آنا ابتدائی مرحلہ نہیں ہے، وہ دونوں بیج ڈالنے پر مبنی ہیں، اسی طرح دنیا میں عمل کرنا بیج ڈالنے کے درجے میں ہے اور برزخی آثار کا ظاہر ہونا درخت نکلنے کے درجے میں ہے، اورآخرت کے آثار کا ظاہر ہونا اس میں پھل پھول لگنے کے درجے میں ہے۔ معلوم ہوا کہ برزخ اور آخرت کے ثمرات ہمارے اختیاری اعمال ہی پر مبنی ہیں، جب جَو بو کر کبھی توقع

نہیں کی جاسکتی ہے کہ گیہوں پیدا ہوگا؟ تو پھر بُرے کام کرکے کیوں توقع ہوتی ہے کہ اچھے ثمرات ہم کو مل جائیں؟ اسی تفصیل سے ''الدنیا مزرعة الآخرة''۔ یعنی دنیا آخرت کی کھیتی ہے کا مفہوم بھی سمجھ میں آجائے گا۔

ایک بزرگ کا قول ہے[1]: جس طرح گیہوں سے گیہوں اُگتی ہے اور جَو سے جَو، اسی طرح اعمال کے اثرات بھی انہی کے موافق ظاہر ہوتے ہیں اس لئے اعمال کے نتائج سے غافل مت رہو۔

اور جس طرح جَو کے بیج اور اس کے درخت میں ظاہری مشابہت نہیں ہوتی مگر معنوی مناسبت ضرور ہوتی ہے جس کو تجربہ کار لوگ جانتے ہیں اسی طرح اعمال اور جزاءِ اعمال میں بھی ایک چھپی ہوئی مناسبت ہے جس کے سمجھنے کے لئے بصیرت یعنی خاص قسم کی روحانی روشنی کی ضرورت ہوتی ہے، باقی جس طرح بیج اور اس کے درخت کے درمیان میں مناسبت دکھائی نہ دینے کے باوجود اس کے جاننے والوں کا قول اس میں قابلِ اعتبار سمجھا جاتا ہے اور ان سے اس معاملے میں بحث نہیں کی جاتی اسی طرح اعمال کے ثمرات کو پہچان کر بتلانے والوں یعنی انبیاء اور اولیاء کا ارشاد مان لینا بھی لازم اور واجب ہے، خواہ وہ مناسبت ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

اب ہم قرآن وحدیث کی روشنی میں بعض اعمال کے ثمرات ذکر کرتے ہیں جو موت کے بعد پیش آئیں گے خواہ برزخ میں یا آخرت میں، تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ موت کے بعد کے حالات اسی عالمِ دنیا کے اعمال پر مرتب ہونے والے حالات ہیں۔ اس کے بعد چند اہلُ اللہ کے اقوال سے بعض اعمال وثمرات کی مناسبت کو مثالوں کے ساتھ ذکر کریں گے تاکہ معلوم ہوجائے کہ وہاں جو کچھ ہے یہاں کا ظہور اور مثال ہے اس کے بعد قرآن کریم کے یہ ارشادات بھی اچھی طرح سمجھ میں آجائیں گے مثلاً

---

[1] گندم از گندم بروید جو ز جو
از مکافاتِ عمل غافل مشو

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿۱۸﴾ (سورۃ ق:۱۸)

انسان کا کوئی لفظ زبان سے نکل نہیں پاتا، مگر اُس پر ایک نگراں مقرر ہوتا ہے، ہر وقت (لکھنے کے لئے) تیار!

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ﴿۷﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿۸﴾

(سورۃ الزلزال:۷،۸)

چناں چہ جس نے ذرّہ برابر کوئی اچھائی کی ہوگی، وہ اُسے دیکھے گا، اور جس نے ذرّہ برابر کوئی بُرائی کی ہوگی، وہ اُسے دیکھے گا۔

وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾

(سورۃ الانبیاء:۴۷)

اور اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا، تو ہم اُسے سامنے لے آئیں گے اور حساب لینے کے لئے ہم کافی ہیں۔

وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾

(سورۃ الکہف:۴۹)

اور کہہ رہے ہیں کہ "ہائے ہماری بربادی! یہ کیسی کتاب ہے جس نے ہمارا کوئی چھوٹا بڑا عمل ایسا نہیں چھوڑا جس کا پورا احاطہ نہ کرلیا ہو، اور وہ اپنا سارا کیا دھرا اپنے سامنے موجود پائیں گے۔ اور تمہارا پروردگار کسی پر کوئی ظلم نہیں کرے گا۔

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۛۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚۛ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا

(سورۃ ال عمران:۳۰)

وہ دن یاد رکھو جس دن کسی بھی شخص نے نیکی کا جو کام کیا ہوگا اُسے اپنے سامنے موجود پائے گا اور بُرائی کا جو کام کیا ہوگا اس کو بھی (اپنے سامنے دیکھ کر) یہ تمنا کرے گا کہ کاش اس کے اور اس کی بدی کے درمیان بہت دُور کا فاصلہ ہوتا!

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (سورۃ ابراھیم: ۲۷)

جو لوگ ایمان لائے ہیں اللہ اُن کو اس مضبوط بات پر دُنیا میں بھی جماؤ عطا کرتا ہے اور آخرت میں بھی۔

یہ اور ان جیسی بے شمار آیات ہیں جو اعمالِ دنیا کے اُخروی انجام کا ذکر کرتی ہیں۔

اب ایک طویل حدیث ذکر کرتا ہوں جس سے اعمال کے برزخی آثار کی خوب وضاحت ہو جاتی ہے۔

امام بخاریؒ نے حضرت سمرہ بن جندبؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر (فجر کے بعد) صحابہؓ سے دریافت فرماتے تھے کہ تم نے آج رات کوئی خواب دیکھا ہے؟ جو شخص کوئی خواب عرض کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی تعبیر ارشاد فرماتے تھے، اسی طرح حسبِ معمول ایک روز صبح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آج رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ ''دو شخص میرے پاس آئے اور مجھ کو اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہا، میں ان کے ساتھ چلا، راستے میں ایک شخص پر ہمارا گذر ہوا کہ وہ لیٹا ہوا ہے اور دوسرا شخص اس کے پاس ایک پتھر لئے کھڑا ہے، اس پتھر سے اس کے سر پر زور سے مارتا ہے جس سے اس کا سر کُچل جاتا ہے اور پتھر آگے کو لڑھک جاتا ہے، وہ جا کر پتھر کو اُٹھا لاتا ہے اور یہ ابھی واپس نہیں آتا کہ اُس کا سر اچھا ہو جاتا ہے جیسا پہلے تھا، وہ آکر پھر اسی طرح مارتا ہے، میں نے ان دو شخصوں سے ___ جو مجھے لے کر گئے تھے ___ پوچھا، سبحان اللہ یہ دونوں کون ہیں؟ انہوں نے کہا چلو چلو، ہم آگے چلے۔ ایک شخص پر گذر ہوا جو چت لیٹا ہے اور دوسرا شخص اس کے پاس لوہے کا زنبور لئے کھڑا ہے اور اس لیٹے ہوئے شخص کے منہ کے ایک جانب آکر اس کا کلہ اور نتھنا اور آنکھ گُدّی تک چیرتا چلا جاتا ہے، پھر دوسری طرف آکر اسی طرح کرتا ہے اور اس جانب سے فارغ نہیں ہونے پاتا کہ وہ جانب اچھی ہو جاتی ہے، پھر اس طرف جا کر اسی طرح کرتا ہے، میں نے کہا سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہیں؟ کہنے لگے چلو چلو، ہم آگے چلے۔ ایک تنور پر پہنچے، اس میں بڑا شور وغل ہو رہا تھا ہم نے اس میں جھانک کر دیکھا تو اس میں بہت سے مرد وعورت ننگے ہیں اور

ان کے نیچے سے آگ کا ایک شعلہ آتا ہے جب وہ ان کے پاس پہنچتا ہے تو اس کی قوت سے یہ بھی اُونچے اُٹھ آتے ہیں میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ وہ دونوں بولے چلو چلو، ہم آگے چلے۔ ایک نہر پر پہونچے جو خون کی طرح لال تھی اور اس نہر کے اندر ایک شخص تیر رہا تھا اور نہر کے کنارے پر ایک شخص تھا اس نے بہت سے پتھر جمع کر رکھے تھے، وہ تیرتا ہوا کنارے آنے کی کوشش کرتا تھا مگر یہ کنارے والا شخص اس کے منہ پر ایک پتھر کھینچ کر مارتا تھا جس کے صدمہ سے پھر وہ اپنی جگہ پر پہنچ جاتا تھا، پھر وہ تیر کر باہر نکلنے کی کوشش کرتا، یہ شخص پھر اسی طرح اس کو ہٹا دیتا، میں نے پوچھا یہ دونوں کون ہیں؟ کہنے لگے چلو چلو، ہم آگے چلے۔ ایک شخص پر گذر ہوا کہ بڑا ہی بدشکل ہے کہ کبھی ایسا کوئی میری نظر سے نہیں گذرا تھا اس شخص کے سامنے آگ ہے جس کو جلا رہا ہے اور اس کے اطراف پھر رہا ہے، میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے؟ کہنے لگے چلو چلو، ہم آگے چلے۔ ایک گنجان باغ میں پہنچے جس میں ہر قسم کے پھلوں کے بھاری خوشے تھے، اور اس باغ کے درمیان ایک بہت بلند و بالا قد کے آدمی بیٹھے ہوئے تھے، اتنے اونچے تھے کہ ان کا سر دکھائی نہیں دے رہا تھا اور ان کے آس پاس بہت سارے بچے جمع تھے، میں نے پوچھا یہ باغ کیا ہے اور یہ لوگ کون ہیں؟ کہنے لگے چلو چلو، ہم آگے چلے۔ ایک عظیم الشان درخت پر پہنچے کہ اس سے بڑا اور خوبصورت درخت کبھی میں نے نہیں دیکھا، ان دونوں شخصوں نے مجھ سے کہا کہ اس پر چڑھو، ہم اس پر چڑھے تو ایک شہر ملا کہ اس کی عمارتوں میں ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی لگی تھی، ہم شہر کے دروازے پر پہنچے اور اس کو کُھلوایا تو کھول دیا گیا ہم اس کے اندر گئے ہم کو چند آدمی ملے جن کا آدھا بدن تو نہایت خوبصورت اور آدھا بدن نہایت بدصورت تھا، وہ دونوں شخص ان لوگوں سے بولے جاؤ اس نہر میں کودو، وہاں ایک چوڑی نہر بہہ رہی تھی جس کا پانی دودھ کی طرح سفید تھا، وہ لوگ جا کر اس میں کود گئے، پھر جب اس میں سے نکل کر ہمارے پاس آئے تو ان کی بدصورتی بالکل ختم ہو گئی تھی۔ پھر ان دونوں شخصوں نے مجھ سے کہا کہ یہ جنت عدن ہے اور دیکھو تمہارا گھر وہ رہا، میری نظر جو اُوپر بلند ہوئی تو ایک محل ہے جیسا سفید بادل، کہنے لگے یہی تمہارا گھر ہے، میں نے دونوں سے کہا: اللہ تعالیٰ

تمہارا بھلا کرے مجھے چھوڑو میں اس کے اندر جاتا ہوں، وہ کہنے لگے ابھی نہیں بعد میں جاؤ گے، میں نے اُن سے کہا آج رات بھر بہت عجیب تماشے دیکھے آخر یہ کیا چیزیں تھیں؟ وہ بولے ہم ابھی بتلاتے ہیں، چناں چہ انہوں نے ایک ایک منظر کے بارے میں مجھے بتلایا:

۱) وہ شخص جس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا وہ ایسا شخص ہے جو قرآن مجید حفظ کر کے اس کو چھوڑ کر یعنی پڑھے بغیر اور فرض نماز سے غافل ہو کر سو رہتا تھا۔

۲) جس شخص کے کلے اور نتھنے، آنکھ اور گُدّی کو لوہے کے زنبور سے چیرتے دیکھا یہ ایک شخص ہے کہ صبح کو گھر سے نکلتا اور جھوٹی باتیں کیا کرتا جو دور دور تک پھیل جاتیں۔

۳) وہ جو ننگے مرد وعورت تنور میں نظر آئے یہ زنا کرنے والے مرد وعورت ہیں۔

۴) جو شخص نہر میں تیر رہا تھا اور اس کے مُنھ میں پتھر بھرے جا رہے تھے یہ سود خوار ہے۔

۵) وہ جو بدشکل آدمی آگ جلاتا ہوا اور اس کے گرد دوڑتا ہوا نظر آیا تھا وہ مالک یعنی دوزخ کا داروغہ ہے۔

۶) جو دراز قد کے شخص باغ میں نظر آئے وہ حضرت ابراھیم علیہ السلام ہیں اور جو بچے ان کے آس پاس تھے یہ وہ بچے ہیں جن کو فطرت پر موت آگئی۔ کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ! مشرکین کے بچے بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ہاں مُشرکین کے بچے بھی

۷) وہ جو لوگ تھے جن کا آدھا بدن خوب صورت اور آدھا بدصورت تھا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کچھ عمل نیک کئے تھے اور کچھ بُرے کام کئے تھے، ان کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا۔

اس حدیث سے اعمال اور اعمال کے آثار واضح ہوئے اور دونوں میں جو مناسبتیں ہیں وہ اگرچہ خفی ہیں مگر ذرا تأمل سے سمجھ میں آسکتی ہیں، مثلاً جھوٹ بولنے اور کلّے چیرے جانے میں مناسبت ظاہر ہے، زنا کرنے سے جو شہوت کی آگ تمام بدن میں پھیل جاتی ہے اس میں اور بدلے کی آگ کے محیط ہو جانے میں مناسبت ظاہر ہے اور زنا کے وقت برہنہ ہو جاتے ہیں اور جہنم میں بھی برہنہ رکھے جانے میں مناسبت ظاہر ہے؛ سب اعمال کو اسی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔

اس اجمالی مضمون کے بعد اب چند بڑے گناہ اور ان کے انجام کا ذکر کیا جاتا ہے۔

باب پنجم

گناہ کے کاموں کے چند اُخروی نقصانات

(۱) جس مال کی زکوٰۃ نہ دی جائے اس مال کا سانپ بنا کر گلے میں ڈالا جانا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی شخص اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں ادا کرتا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گلے میں ایک اژدہا ڈال دیں گے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کی تائید کے لئے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَخَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَشَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

(سورۃ ال عمران: ۱۸۰)

اور جو لوگ اللہ کے دیئے ہوئے (مال) میں بخل سے کام لیتے ہیں وہ ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ یہ ان کے لئے کوئی اچھی بات ہے۔ اس کے برعکس یہ ان کے حق میں بُری بات ہے، جس مال میں انہوں نے بخل سے کام لیا۔

(ترمذی:3012)

(۲) بدعہدی کا ایک جھنڈا بنا کر سر پر لہرایا جانا۔

حضرت عمروؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا کہ جو شخص کسی کی جان کو پناہ دینے کا عہد کرے پھر اس کو قتل کر دے تو قیامت کے دن اس کی پشت پر ایک جھنڈا اگاڑ دیا جائے گا اور پکارا جائے گا، ھذہ غدرۃ فلان یعنی یہ فلاں شخص کے ساتھ بدعہدی کا انجام ہے۔(بخاری:6178)

(۳) خیانت کے مال کو آگ بنا کر اس سے جلایا جانا۔

حضرت ابو ہریرہ؄ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے ایک غلام ہدیہ میں بھیجا، اس کا نام مدعم تھا، یہ غلام سواری پر سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کچھ سامان اُتار رہا تھا کہ اچانک اس کو ایک تیر لگا (جس سے اس کی موت ہوگئ اور مارنے والا معلوم نہ ہوا) لوگوں نے کہا اس کو جنت مبارک ہو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہرگز ایسا مت کہو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اس نے جو کملی خیبر کے دن تقسیم سے پہلے لے لی تھی آگ بن کر اس پر جل رہی ہے، جب لوگوں نے یہ ارشاد سنا (تو بہت ڈر گئے اور ان میں سے) ایک شخص جوتے کا ایک یا دو تسمہ جو اپنی چپل میں لگا لیا تھا واپس کرنے کے لئے لایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (اب کیا ہوتا ہے،) یہ ایک تسمہ یا دو تسمہ تو آگ کا ہے۔ (بخاری: 4234)

(۴) غیبت مردار کا گوشت کھانے کی مثال بن جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ (الحجرات:۱۲)

تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے جبکہ وہ مرا ہوا بھی ہو، اس کو تم ناپسند کرو گے۔

اسی وجہ سے غیبت خواب میں اکثر اسی شکل میں نظر آتی ہے۔

(۵) اہلُ اللہ کے اقوال سے۔

بعض چیزوں کی صورتِ مثالیہ کے بارے میں محققین نے فرمایا ہے کہ ہر بُری خصلت کو کسی ایک جانور کے ساتھ خصوصی نسبت ہے، جس شخص میں وہ خصلت غالب ہو جاتی ہے عالمِ مثال یعنی برزخ میں اس شخص کی شکل اس جانور کی سی ہو جاتی ہے، پچھلی امتوں میں وہ شکل اسی دنیا میں ظاہر ہو جاتی تھی، اس اُمت کو اللہ تعالیٰ نے اِس عالم میں تو رسوا ہونے سے محفوظ رکھا

لیکن دوسرے عالم میں اِس امت کے لوگوں کی بھی وہی شکل بن جاتی ہے، قیامت کے روز تو اس کا ظہور ہوگا ہی لیکن اہلِ کشف پر یہاں بھی ظاہر ہوجاتی ہے۔ سفیان بن عیینہؒ نے اس آیت کی یہی تفسیر فرمائی ہے:

وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِي الۡاَرۡضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيۡرُ بِجَنَاحَيۡهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمۡثَالُكُمۡ ؕ (سورۃ الانعام: ۳۸)

ہر جانور جو زمین پر چلتا ہے اور ہر پرندہ جو اپنے بازوؤں سے فضاؤں میں اُڑتا ہے وہ سب تمہاری ہی طرح گروہ ہیں۔

چناں چہ حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ درندوں کے اخلاق پر ہوتے ہیں بعض کتّوں کے اور بعض خنزیروں کے اور بعض گدھوں کے اخلاق پر ہوتے ہیں بعض بناؤ سنگھار کر کے مور کے مشابہ بنتے ہیں بعض گندے ہوتے ہیں مثل گدھے کے، بعض خود پرور ہوتے ہیں مثل مرغی کے، بعض کینہ ور ہوتے ہیں مثل اونٹ کے، بعض مشابہ مکّھی کے ہوتے ہیں، بعض مشابہ لومڑی کے وغیرہ۔

امام ثعلبیؒ نے فَتَاۡتُوۡنَ اَفۡوَاجًا کی تفسیر میں کہا ہے کہ قیامت میں لوگ مختلف صورتوں میں اُٹھائے جائیں گے، جس جانور کی عادات طبیعت پر غالب ہوں گی قیامت میں اسی جانور کی شکل بن جائیں گے۔

(یہاں مولانا رومؒ کے فارسی اشعار کی فصل تھی جس میں اعمال کی صورتِ مثالیہ بیان کی گئی ہے جس کو ترک کر دیا گیا ہے۔)

آیات واحادیث واقوالِ سلف سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ آدمی جو کچھ عمل کرتا ہے اس کا وجود باقی رہتا ہے اور وہ ایک روز ظاہر ہونے والا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ ۝۷ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝۸ (سورۃ الزلزال: ۷، ۸)

چناں چہ جس نے ذرّہ برابر کوئی اچھائی کی ہوگی وہ اُسے دیکھے گا، اور جس نے ذرّہ برابر کوئی بُرائی کی ہوگی وہ اُسے دیکھے گا۔

معلوم ہوا کہ جنت دوزخ آدمی اپنے ہاتھوں حاصل کرتا ہے اور یہ تحقیق مسئلہ تقدیر کے

مخالف نہیں ہے، کیوں کہ مسئلہ تقدیر میں یہ بات نہیں بتلائی گئی کہ کوئی چیز بلا سبب وجود میں آجاتی ہے، ہر گز ایسا نہیں بلکہ جو کچھ تقدیر میں ہوتا ہے پہلے اس کے اسباب جمع ہوتے ہیں پھر وہ امر واقع ہو جاتا ہے، چناں چہ اعمال ہی دوزخ یا جنت میں داخل ہونے کے اصل سبب ہیں اس لئے صحابہ کرامؓ نے جب اعمال کا فائدہ پوچھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِعْمَلُوْا اما شِئْتُمْ فکُلٌّ مُیسَّرٌ لما خُلِقَ لَہٗ یعنی عمل کرتے رہو کیوں کہ ہر شخص کو وہی کام آسان ہے جس کے لئے وہ پیدا ہوا ہے، اسی معنیٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝۵ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝۶ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝۷ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝۸ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝۹ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝۱۰

(سورۃ الیل: ۵ تا ۱۰)

اب جس کسی نے (اللہ کے راستے میں) مال دیا، اور تقویٰ اختیار کیا، اور سب سے اچھی بات (یعنی توحیدِ باری) کو دِل سے مانا، تو ہم اُس کو آرام کی منزل تک پہنچنے کی تیاری کرادیں گے۔ رہا وہ شخص جس نے بخل سے کام لیا اور (اللہ سے) بے نیازی اختیار کی، اور سب سے اچھی بات کو جھٹلایا تو ہم اُس کو تکلیف کی منزل تک پہنچنے کی تیاری کرادیں گے۔

خُلاصہ یہ کہ جیسا یہاں کرو گے وہ ایک شکل اختیار کرلے گا اور برزخ اور قیامت میں اُس سے پردہ اُٹھا کر ظاہر کر دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ (سورہ ق: ۲۲)

اب ہم نے تجھ سے وہ پردہ ہٹا دیا ہے جو تجھ پر پڑا ہوا تھا۔

یا الٰہی! ہم لوگوں کو فہمِ صحیح عطا فرمایئے اور اعمال کے انجام کا اس قدر استحضار نصیب کر دیجئے کہ گناہ کے وقت اس کی جزا پیشِ نظر ہو جایا کرے پھر اس سے بچنے کی بھی توفیق عطا ہو۔ آمین

باب ششم

نیک کاموں کے چند اُخروی فائدے

طاعت کا جزائے آخرت میں کیسا کچھ دخل واثر ہے، اس کی اجمالی تحقیق تو باب سوم میں اچھی طرح معلوم ہو چکی ہے، یہاں نیکیوں میں سے صرف دو چار اعمال کی مثالی صورت بیان کر دینا کافی ہے، زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔

(۱) ذکر اللہ کی صورتِ مثالی درخت کی سی ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے شبِ معراج میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی، انہوں نے فرمایا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی اُمت کو میری طرف سے سلام کہئے اور خبر دیجئے کہ جنت ستھری مٹی والی، شیریں پانی والی ہے اور اصل میں وہ صاف میدان ہے اور اس کے درخت سبحان اللہ اور الحمد للہ اور لا اِلٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر ہیں۔ (ترمذی: 3462)

(۲) سورۂ بقرہ اور آلِ عمران کی صورتِ مثالی بادل یا پرندوں کے سائے کی ہے

حضرت نواس بن سمعانؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ قیامت کے دن قرآن مجید کو اور قرآن والوں کو جو اس پر عمل کرتے تھے لایا جائے گا، اور اس کے آگے آگے سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران ہوں گی، ایسے جیسے دو بادل ہوں یا سیاہ سائبان ہوں، ان کے بیچ میں چمک ہوگی۔ (اور بقول محققین یہ چمک بسم اللہ کی ہے) یا ایسے جیسے قطار باندھنے والے پرندوں کی دو ٹکڑیاں ہوں، دونوں سورتیں اپنے پڑھنے والے سے حجت

کریں گی۔(مسلم:805)

(۳) سورۂ اخلاص کی صورتِ مثالی محل جیسی ہے

حضرت سعید بن المسیبؒ سے مُرسلاً مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص قل ھو اللہ احد دس مرتبہ پڑھے اس کے لئے جنت میں ایک محل تیار ہوتا ہے اور جو بیس مرتبہ پڑھے اس کے لئے دو محل تیار ہوتے ہیں اور جو تیس مرتبہ پڑھے اس کے لئے تین محل تیار ہوتے ہیں۔ حضرت عمرؓ بولے قسم خدا کی! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تب تو ہم اپنے بہت سے محل بنوالیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ''اللہ تعالیٰ بھی اس سے زیادہ قدرت وگنجائش والے ہیں''۔(دارمی:3472)

(۴) عملِ جاری کی صورتِ مثالی چشمہ کے مثل ہے

حضرت اُم العلاء انصاریہؓ سے روایت ہے کہ میں نے خواب میں حضرت عثمان بن مظعونؓ کے لئے ایک چشمہ جاری دیکھا اور یہ خواب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا، آپ نے فرمایا ''یہ ان کا عمل ہے جو ان کے لئے جاری ہے''۔(بخاری:7018)

(۵) دین کی صورتِ مثالی لباس کے جیسی ہے

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں خواب میں تھا کہ لوگوں کو اپنے سامنے اس طرح آتے دیکھا کہ وہ کُرتے پہنے ہیں، کسی کا کرتہ تو سینہ تک ہے، کسی کا اس سے نیچے، عمرؓ جو پیش ہوئے تو ان کا کرتہ اتنا بڑا ہے کہ زمین پر گھسیٹتے چلتے ہیں، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر آپ نے اس کی کیا تعبیر لی، آپ نے فرمایا: ''دین''۔

(بخاری:23)

(۶) علم کی صورتِ مثالی دودھ کے جیسی ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ خواب میں میرے پاس ایک دُودھ کا پیالہ لایا گیا میں نے اس سے پیا یہاں تک کہ اس کی سیرابی کا اثر

اپنے ناخنوں سے نکلتا پایا، پھر بچا ہوا عمرؓ کو دے دیا، لوگوں نے عرض کیا پھر آپ نے اس کی کیا تعبیر لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''علم''۔ (بخاری:82)

(۷) نماز کی صورتِ مثالی نور کے جیسی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کا ذکر فرمایا: ارشاد ہوا کہ جو شخص نماز کی پابندی کرے گا محافظت کرے گا وہ نماز اس کے لئے قیامت کے دن نور اور بُرہان اور نجات ہوگی۔ (مسند احمد:6567)

(۸) صراطِ مستقیم کی صورتِ مثالی پُل صراط جیسی ہے۔

(اس نمبر کے تحت حضرت حکیم الامتؒ نے امام غزالیؒ کی کتاب ''حلّ مسائل غامضة'' سے ایک دقیق اور غامض مضمون بیان فرمایا ہے، علماء تو قدیم ''جزاء الاعمال'' میں دیکھ لیں، میں نے عوام کے لئے بہت سہل کر کے لکھ دیا ہے، انشاء اللہ نفس مضمون میں کمی نہیں ہوئی ہے)

پل صراط — جو قیامت میں جہنم کے اوپر رکھا گیا وہ نازک پُل ہے جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے، اور اسلامی عقائد کے مطابق اس کا وجود برحق اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے، اس — کی باریکی کو سمجھنا ہے تو دھوپ اور سائے کے درمیان جو لکیر ہوتی ہے اس سے سمجھ سکتے ہیں کہ اس لکیر کو نہ دھوپ میں شمار کیا جا سکتا ہے نہ سائے میں مگر موجود ہے، دنیا میں صراط مستقیم شریعتِ اسلامی کو کہا جاتا ہے، یہ صراط مستقیم بھی آخرت کے پُل صراط کی طرح بہت ہی باریک ہے، اس کے ایک طرف افراط یعنی زیادتی ہوتی ہے، دوسری جانب تفریط یعنی کمی ہوتی ہے، یا یوں سمجھو کہ دو متضاد صفتوں کے درمیان میں ہوتی ہے، مثلاً تبذیر یعنی فضول خرچی اور بخل کے عین درمیان سخاوت ہے، اسراف اور کنجوسی کے عین درمیان اقتصاد یعنی میانہ روی ہے، تہوُّر یعنی غصے کی شدت اور جبن یعنی بزدلی کے وسط میں شجاعت ہے، تکبُّر اور تذلُّل کے بیچوں بیچ تواضع ہے، شہوت اور خمود یعنی نامردی کے درمیان عفت ہے، چوں کہ ان درمیانی صفتوں کے دونوں جانب مذموم ہیں اور یہ درمیان اس قدر حساس و نازک اور باریک ہے کہ اس کا

احساس وشعور اور اس پر ثبات واستقامت بہت ہمت اور علم کو چاہتا ہے، پس جو شخص دنیا میں صراطِ مستقیم یعنی ہر قسم کے افراط وتفریط سے پاک شاہ راہِ سنت پر جمنے میں کامیاب ہو جائے گا قیامت میں عین اس کی صورتِ مثالی ــــ جو کہ پُل صراط ہے ــــ پر بھی جمنے اور گذرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

مذکورہ بالا تفصیلات سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ آخرت کا معاملہ اندھا دھند نہیں ہے کہ جس کو چاہا جنت میں بھیج دیا اور جس کو چاہا پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا، اگرچہ مالکِ حقیقی کو اس کا بھی اختیار ہے مگر عادت اور وعدہ یونہی ہے کہ جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے۔ اسی لئے قرآن کریم میں جا بجا ارشاد فرمایا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (سورۃ العنکبوت: ۴۰)	اور اللہ ایسا نہیں تھا کہ ان پر ظلم کرتا، لیکن یہ لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم کیا کرتے تھے۔

اور ارشاد فرمایا ہے:

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ (سورۂ اٰلِ عمران: ۱۳۳)	اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف دوڑو اور جنت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمان وزمین کے برابر ہے۔

(یہ ہمارے سمجھانے کو فرمایا ورنہ اس کی وسعت اس سے بھی کہیں زیادہ ہے) سو اگر جنت میں داخل ہونا غیر اختیاری ہوتا تو اس کی طرف دوڑنے کا کیسے حکم فرمایا جاتا؟: یعنی وہ اسباب بندے کے اختیار میں دیئے گئے ہیں جن پر جنت میں داخلہ ہو جاتا ہے، اسی لئے جنت کی طرف دوڑنے کے حکم کے بعد ان اعمال واسباب کو ذکر فرمایا جو یقیناً انسان کے اختیار میں ہیں، چناں چہ اسی آیت میں آگے ارشاد ہوا:

أُعِدَّتۡ لِلۡمُتَّقِيۡنَ الَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالۡكٰظِمِيۡنَ الۡغَيۡظَ وَالۡعَافِيۡنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۳۴﴾ وَالَّذِيۡنَ اِذَا فَعَلُوۡا فَاحِشَةً اَوۡ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسۡتَغۡفَرُوۡا لِذُنُوۡبِهِمۡ ۖ وَمَنۡ يَّغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا اللّٰهُ ۖ وَلَمۡ يُصِرُّوۡا عَلٰى مَا فَعَلُوۡا وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۳۵﴾

یہ جنت ایسے پرہیز گاروں کے لئے تیار کی گئی ہے جو فراغت میں اور تنگی میں خرچ کرتے ہیں، اور غصے کے پی جانے والے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو چاہتے ہیں اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ جب وہ کوئی بے حیائی کا کام کر گذرتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں تو فوراً اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے جو گناہ کو بخشتا ہے اور وہ لوگ جانتے بوجھتے اس کام پر نہیں اڑتے جو انہوں نے کیا۔

دیکھئے! اس آیت میں صاف فرمادیا کہ جنت ایسے لوگوں کے لئے ہے جن میں فلاں فلاں اوصاف ہوں اور یہ سب اوصاف اختیاری ہیں، اس کے بعد اور بھی صاف لفظوں میں بتلاتے ہیں کہ ان کاموں کے کرنے سے ضرور جنت مل ہی جاتی ہے۔ ارشاد ہوا:

أُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَجَنّٰتٌ تَجۡرِيۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ وَنِعۡمَ اَجۡرُ الۡعٰمِلِيۡنَ ﴿۱۳۶﴾

(سورۂ آلِ عمران: ۱۳۳)

یہ ہیں وہ لوگ جن کا صلہ ان کے پروردگار کی طرف سے مغفرت ہے، اور وہ باغات ہیں جن کے نیچے دریا بہتے ہوں گے، جن میں انہیں دائمی زندگی حاصل ہوگی، کتنا بہترین بدلہ ہے جو کام کرنے والوں کو ملنا ہے!۔

ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ محبوب چیز کے اسباب بھی محبوب ہوتے ہیں، دیکھو اسٹیشنوں پر مزدور چوں کہ جانتے ہیں کہ مسافروں کا سامان اُٹھانے سے پیسہ ملے گا اس لئے مسافروں کے سامان لینے اور لادنے کے لئے آپس میں جھگڑتے ہیں اور ہر شخص چاہتا ہے کہ مجھ پر یہ سامان لادا جائے اور باوجود مشقت ومحنت کے پھر بھی وہ بوجھ لادنے میں ان کو ایک قسم کا لطف ولذت ملتا ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ جنت اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات محبوب ہو اور اس کے اسباب یعنی اعمالِ صالحہ محبوب نہ ہوں، اسی لئے حدیث شریف میں وارد ہے کہ ما رأیت مثل الجنة نام طالبها و ما رأیت مثل النار نام هاربها (ترمذی:2601) یعنی میں نے جنت کی طلب سے اس کی عظیم نعمتوں کے باوجود غافل ہونے والے اور جہنم کے خوف سے اس کی سخت ترین تکلیفوں کے باوجود بے فکر رہنے والے سے زیادہ تعجب خیز کوئی چیز نہیں دیکھی۔ جن کے دیدۂ بصیرت پر یہ مضمون روشن ہو گیا یعنی اچھی طرح سمجھ میں آیا ان کو بے شک دین کے ان اعمالِ شاقہ میں لطف وراحت ملتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾	بے شک نماز ضرور گراں گذرتی ہے سوائے ان لوگوں کے جو خشوع کرنے والے ہیں۔

(سورۂ آلِ عمران: ۱۳۳)

جن کا یہ یقین ہے کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور اس کی طرف لوٹنے والے ہیں، سو نماز کے آسان ہونے کے لئے یہ یقین مددگار ہوا کہ ہم کو اپنے رب سے ملنا ہے۔

باب ہفتم

ایک نیک مشورہ

گذشتہ ابواب میں جب اعمال کی صورتِ مثالیہ معلوم ہو چکی تو اب تمام جزاء و سزا تمہارے ہاتھوں میں ہے، اگر چاہتے ہو کہ جنت کے بہت سے درخت ہمارے حصے میں آئیں تو سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر، خوب پڑھا کرو۔ اگر چاہتے ہو کہ قیامت کے دن ہم سائے میں ہوں تو سورۂ بقرہ اور آلِ عمران کی تلاوت کیا کرو وہ کل سائبان کی شکل میں تمہارے سروں پر ہوں گی، اگر چاہتے ہو کہ ہم کو جنت کا چشمہ ملے تو خیرات کیا کرو، اگر چاہتے ہو کہ خوب کپڑے ملیں تو تقویٰ و دین کو مضبوط پکڑو، اگر چاہتے ہو کہ جنت میں دودھ کا چشمہ ملے یا حوض کوثر سے سیراب ہوں تو علم دین خوب حاصل کرو، اگر چاہتے ہو کہ پُل صراط پر سے پَل جھپکتے گزر جائیں وشریعت پر اچھی طرح جمے رہو۔ اگر چاہتے ہو کہ پل صراط پر ہمارے پاس نور اور روشنی رہے تو نماز کا خوب اہتمام کرو۔ اگر چاہتے ہو کہ ہم کو جنت میں بہت سے محل ملیں تو سورۂ اخلاص کی خوب تلاوت کرو۔ اسی طرح جو نعمت چاہو اس کے اسباب اختیار کرو۔ وہی اسباب ان نعمتوں کی شکل بن کر تم کو مل جاویں گے۔

اسی طرح اگر چاہتے ہو کہ طاعون جیسی وبائی امراض سے محفوظ رہیں تو بے حیائی اور بدکاری کے کاموں سے دور رہو، اگر چاہتے ہو کہ قحط اور حکمرانوں کے ظلم سے محفوظ رہیں تو کاروبار میں دیانت اور ناپ تول میں کمی سے اہتمام سے بچو، اگر چاہتے ہو کہ بارشوں میں کمی نہ ہو ضرورت بھر بارش برستی رہے تو زکوٰۃ ادا نہ کرنے اور غریبوں کے حق مارنے سے احتیاط برتو،

اگر چاہتے ہو کہ بے ایمان اور ظالم لوگ ہم پر مسلط نہ ہوں تو وعدہ خلافی اور عہد شکنی کے جرم سے بچو، اگر چاہتے ہو کہ آپس کی نا اتفاقیاں اور روز روز کے جھگڑے اور اختلافات ختم ہو جائیں تو احکامِ خداوندی کی خلاف ورزی بند کردو،، اگر چاہتے ہو کہ چہروں کی بے رونقی اور قبر کے اندھیروں میں مبتلا نہ کئے جاؤ تو گناہوں سے نفرت پیدا کرو، اگر چاہتے ہو کہ زلزلوں اور جھٹکوں کی مصیبت سے بچو تو زنا کاری اور اس کے اسباب سے اپنے آپ کو بچاؤ۔

غرض دنیا و آخرت کی تمام آفتوں سے بچنے کا نسخہ گناہ چھوڑنا ہے اور دنیا و آخرت کی تمام نعمتوں کے حاصل کرنے کا طریقہ نیک کام کرنا ہے، اور یہ سب تمہارے ہاتھوں میں ہے۔

سبحان الذی لا یخلف المیعادو لا یضیع اجر المحسنین۔

باب ہشتم

نیک بننے اور گناہ چھوڑنے کی چند آسان تدبیرین

یوں تو جتنی طاعات ہیں سب ضروری ہیں، اور جتنے سیئات ہیں سب مُضر ہیں، مگر ان میں سے بعض اعمال زیادہ اہتمام کے قابل ہیں، کرنے کے اعتبار سے بھی اور چھوڑنے کے اعتبار سے بھی کہ ان اعمال کے اہتمام سے دوسرے اعمال کی اصلاح کی بھی اُمید ہے، اُن کو ہم دو فصلوں میں لکھتے ہیں۔

فصل ۱: ایسے نیک کاموں کے بیان میں جن کی حفاظت سے اُمید ہے کہ دوسری نیکیوں کا سلسلہ بھی قائم ہو جائے گا۔

● ان میں سے ایک علم دین کا حاصل کرنا ہے خواہ کُتب سے حاصل کیا جائے یا علماء کی صُحبت سے، بلکہ کتابوں سے علم حاصل ہونے کے بعد بھی علماء کی صُحبت ضروری ہے، اور علماء سے ہماری مراد وہ علماء ہیں جو اپنے علم پر خود عمل کرتے ہوں اور شریعت و طریقت کے جامع ہوں، اتباعِ سنت کے عاشق ہوں، اعتدال پسند ہوں، افراط و تفریط سے بچتے ہوں، مخلوق پر شفقت کرتے ہوں، تعصُّب اور ضد ان میں نہ ہو، اس وقت بھی بفضلہٖ تعالیٰ اس قسم کے علماء بہت ہیں اور انشاء اللہ ہمیشہ رہیں گے، جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وعدہ ہے:

لَا يَزَالُ طائفةٌ مِنْ اُمَّتِي عَلَى الحقِ مَنْصُورِينَ لَا يَضُرُّهم مَنْ خَالَفَهُمْ حتىٰ يأتي امر الله عزوجل۔ (ابن ماجہ:۱۵)

میری امت میں ایک جماعت حق کی حمایت میں برابر کھڑی رہے گی، ان کے مخالفین ان کو کچھ نقصان نہ پہونچا سکیں گے یہاں تک حق تعالیٰ کا فیصلہ آجائے۔

(چند بزرگوں کے نام ذکر کرنے کے بعد[1]) ایسے بزرگوں کی صحبت وخدمت جس قدر میسر ہوجائے غنیمتِ کُبریٰ ونعمتِ عظمیٰ ہے اگر ہر روز ممکن نہ ہو تو ہفتے میں ایک آدھ گھنٹہ تو ضرور اہتمام کریں، اس کی برکات انشاءاللہ خود دیکھ لیں گے۔

● ان بنیادی اعمال میں سے ایک عمل نماز ہے، جس طرح ہوسکے پانچوں وقت پابندی سے نماز پڑھتے رہیں، مرد جہاں تک ہوسکے جماعت سے پڑھنے کی بھی کوشش کریں اور بدرجۂ مجبوری جس طرح بھی ہو پڑھ لیں، یہ بھی غنیمت ہے، اس سے دربارِ الٰہی میں ایک تعلق اور رابطہ قائم رہے گا، اس کی برکت سے انشاءاللہ تعالیٰ اس کی حالت درست رہے گی۔ ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر الآیۃ۔ یعنی یقیناً نماز بُرائی کے کاموں سے روکتی ہے۔

● ان میں سے ایک عمل لوگوں سے کم بولنا اور کم ملنا اور جو کچھ بولنا ہو سوچ کر بولنا ہے، یہ ہزاروں آفتوں سے محفوظ رہنے کا ایک نہایت مفید ذریعہ ہے۔

● ان میں سے ایک عمل محاسبہ ومراقبہ ہے یعنی اکثر اوقات یہ خیال رکھے کہ میں اپنے مالک کے پیش نظر ہوں، میرے سب اقوال وافعال واحوال پر اس کی نظر ہے، یہ مراقبہ ہوا اور محاسبہ یہ کہ کسی وقت ــــ مثلاً سوتے وقت ــــ تنہا بیٹھ کر تمام دن کے اعمال یاد کرکے یوں خیال کرے کہ اس وقت میرا حساب ہو رہا ہے اور میں جواب سے عاجز ہوتا جارہا ہوں۔

---

[1] اس کے بعد مثال کے طور پر حضرت نے اس وقت کے چند اکابر کے اسماء گرامی ذکر کئے تھے جن میں سے اب کوئی بھی نہیں ہے، اس لئے ہر زمانے میں اوپر مذکورصفات کے حامل علماء جو بھی ہوں ان کی صحبت کو غنیمت سمجھا جائے اور اختیار کیا جائے۔

از مرتب غفرلہ

● ان میں سے ایک عمل توبہ واستغفار ہے جب کبھی کوئی لغزش ہوجائے تو توبہ میں دیر نہ کرے، کسی وقت یا کسی چیز کا انتظار نہ کرے، فوراً تنہائی میں جاکر سجدہ میں گر کر خوب معذرت کرے اور اگر رونا آئے تو رو بھی لے ورنہ رُونے کی صورت ہی بنالے۔ یہ کل پانچ چیزیں ہیں (۱) علم اور علماء کی صحبت (۲) نماز پنجگانہ (۳) کم بولنا اور کم ملنا (۴) محاسبہ ومراقبہ (۵) توبہ واستغفار۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان امور پنجگانہ کی پابندی سے ـــــ جو کہ کچھ مشکل بھی نہیں ـــــ تمام طاعات کا دروازہ کُھل جائے گا۔

فصل ۲: ایسے معاصی کے بیان میں کہ اُن کے بچنے سے بفضلہٖ تعالیٰ قریب قریب تمام معاصی سے بچنا آسان ہوجاتا ہے۔

● ان میں سے ایک گناہ غیبت ہے، اس سے طرح طرح کے دنیاوی واُخروی مفاسد پیدا ہوتے ہیں آج کل لوگ اس میں بہت مبتلا ہیں، اس سے بچنے کا سہل طریقہ یہ ہے کہ بِنا سخت ضرورت کے نہ کسی کا تذکرہ کرے نہ سُنے، نہ اچھا نہ بُرا، اپنے ضروری کاموں میں مشغول رہے ذکر کرے تو اپنا ہی کرے، اپنا دھندہ کیا تھوڑا ہے جو اَوروں کا ذکر کرنے کی فرصت ملتی ہے۔

● ان میں سے ایک گناہ ظلم ہے خواہ مالی یا جانی یا زبانی مثلاً کسی کا حق مارلینا، تھوڑا ہو یا زیادہ، یا کسی کو ناحق تکلیف پہنچانا یا کسی کی بے آبروئی کرنا وغیرہ، سب ظلم ہے، ظلم سے اپنے کو محفوظ رکھے۔

● ان میں سے ایک گناہ اپنے کو بڑا سمجھنا دوسروں کو حقیر سمجھنا ہے، ظلم وغیبت وغیرہ اسی مرضِ تکبر سے پیدا ہوتے ہیں اور بھی خرابیاں اس سے پیدا ہوتی ہیں، جیسے حقد وحسد وغضب وغیرہ اس لئے اس سے بچنے کا اہتمام کرے۔

● ان میں سے ایک گناہ غصہ ہے، کبھی یاد نہیں ہے کہ غصہ کرکے پچھتائے نہ ہوں کیوں کہ حالتِ غضب میں قوتِ عقلیہ مغلوب ہوجاتی ہے، اس لئے جو کام اس وقت ہوگا عقل کے خلاف ہی ہوگا جو بات نہیں کہنی چاہیئے وہ منہ سے نکل جاتی ہے، جو کام نہیں کرنا چاہیئے وہ ہاتھ

سے ہوجاتا ہے، غصہ اُترنے کے بعد اس نقصان سے بچنے کا کوئی حل نہیں ہوسکتا، کبھی کبھی تو آدمی عمر بھر کے لئے صدمے اور شرمندگی میں گرفتار ہوجاتا ہے، اس لئے بہت اہتمام سے غصہ سے دور رہے۔

● ان میں سے ایک گناہ غیر محرم عورت یا مرد سے کسی قسم کا تعلق رکھنا ہے خواہ اس کو دیکھنا یا اس سے دل خوش کرنے کے لئے بات چیت کرنا یا تنہائی میں اس کے پاس بیٹھنا، یا اس کے پسند کے موافق اس کو خوش کرنے کے لئے اپنی وضع یا کلام کو آراستہ کرنا۔ میں سچ عرض کرتا ہوں اس تعلق سے جو جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور جو جو مصائب پیش آتے ہیں وہ بیان سے باہر ہیں، اس لئے اس سے بھی بہت بچے۔

● ان میں سے ایک گناہ مشتبہ یا حرام کھانا ہے کہ اسی سے تمام روحانی اندھیرے اور نفسانی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں کیوں کہ غذا ہی قوت بن کر تمام اعضاء اور رگوں میں پھیلتی ہے، پس جیسی غذا ہوگی ویسا ہی اثر تمام اعضاء میں پیدا ہوگا اور ویسے ہی افعال اس سے سرزد ہوں گے۔ یہ چھ معاصی ہیں یعنی ۱ غیبت، ۲ ظلم، ۳ تکبر، ۴ غصہ، ۵ نامحرموں سے تعلق، اور ۶ حرام خوری جن سے اکثر معاصی پیدا ہوتے ہیں ان کے ترک سے انشاء اللہ تعالیٰ اَور گناہوں کا ترک بہت سہل ہوجائے گا، بلکہ اُمید ہے کہ خود بخود ختم ہوجائیں گے۔ اللّٰھم وفقنا

باب نہم

چند نفسانی شبہات اور ان کا ازالہ

اب یہاں سے عوام کے بعض شبہات کا جواب دیا جاتا ہے جن سے وہ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی دھوکے میں ڈالتے ہیں، جب کبھی ان سے نیکیوں کی پابندی کرنے اور گناہوں سے بچنے کے لئے کہا جاتا ہے تو وہ ان ہی شبہات کو پیش کردیا کرتے ہیں، یہ شبہات دو قسم کے ہیں، ایک قسم اُن شبہات کی ہے جن سے صریح کفر لازم آتا ہے، مثلاً یہ شبہ کہ دنیا نقد ہے اور آخرت اُدھار، اور نقد اُدھار سے بہتر ہوتا ہے، یا یہ شبہ کہ دنیا کی لذت یقینی ہے اور آخرت کی لذت مشکوک ہے تو یقینی کو مشکوک کی اُمید میں کیوں چھوڑ دیں، جیسے کسی نے کہا ہے۔

اب تو آرام سے گذرتی ہے ۔۔۔ عاقبت کی خبر خدا جانے

ایسے شبہات عام طور سے کفار کرتے ہیں اور چوں کہ ہم اس وقت مسلمانوں سے بات کر رہے ہیں اس لئے ان شبہات کا جواب چھوڑ دیتے ہیں۔

دوسری قسم میں وہ شبہات ہیں جن کا سبب جہل اور غفلت ہے، اس مقام پر اُن کا جواب دینا مقصود ہے۔ بتوفیق اللہ تعالیٰ

(۱) ایک شبہ یہ ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے غفور الرحیم ہیں، میرے گناہوں کی ان کے سامنے کیا حقیقت ہے؟ چاہیں تو سب معاف کردیں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک

وہ غفور الرحیم ہیں مگر قہّار و مُنتقم بھی تو ہیں سو تم کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ تمہارے لئے ضرور مغفرت ہو گی، ممکن ہے کہ انتقام وقہر ہونے لگے، اس کے علاوہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غفورُ الرّحیم اس شخص کے لئے ہیں جو پچھلے گناہوں سے توبہ کرے اور آئندہ اعمال کی اصلاح کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾

(سورۂ نحل: ۱۱۹)

اس کے بعد بے شک آپ کا پروردگار ان لوگوں کے لئے غفور الرحیم ہے جنہوں نے نادانی سے بُرا کام کیا پھر اس کے بعد انہوں نے توبہ کر لی، اور اپنے اعمال درست کر لئے۔

اور جو بِلا توبہ مر جائے تو بقدر گناہ سزا کے مستحق ہیں البتہ اللہ تعالیٰ فضل فرمانا چاہیں تو ان کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں ہے، مگر تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ میرے ساتھ یہی معاملہ ہو گا؟۔

(۲) ایک شُبہ یہ ہوتا ہے کہ میاں ابھی کیا جلدی ہے آگے چل کر توبہ کر لیں گے۔ اس شخص سے یہ کہنا ہے کہ تم کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ ابھی تم اور زندہ رہو گے، ممکن ہے کہ رات کو سوتے کے سوتے رہ جاؤ یا اگر زندگی ملی بھی تب بھی کیا یقین ہے کہ توبہ کی توفیق مل جائے، یاد رکھو کہ گناہ جس قدر بڑھتا جاتا ہے دل کی سیاہی بڑھتی جاتی ہے، روز بہ روز توبہ کی توفیق کم ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ اکثر لوگ بِلا توبہ ہی مر جاتے ہیں۔

(۳) ایک شُبہ یہ ہوتا ہے کہ ابھی گناہ تو کر لیں پھر توبہ کر کے معاف کرا لیں گے۔ اس شخص سے یہ کہنا چاہیئے کہ ذرا اپنی اُنگلی آگ کے اندر ڈال دو پھر اس پر ہم مرہم لگا دیں گے، ہرگز اس کو گوارا نہ ہو گا تو پھر افسوس ہے کہ معصیت پر ایسی جرأت کیسے ہو جاتی ہے کہ بعد میں توبہ کر لیں گے، اس شخص کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ توبہ کی توفیق ضرور ہی ہو جائے گی؟ یا اگر توبہ کر بھی لے تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کیا واجب ہے کہ توبہ قبول ہی کر لیں؟ پھر یہ کہ بعض گناہ ایسے ہیں کہ ان

سے صرف توبہ کرلینا کافی نہیں بلکہ صاحبِ حق سے معاف کرانا بھی ضروری ہوتا ہے۔

(۴) ایک شُبہ یہ ہوتا ہے کہ ہم کیا کریں ہماری تقدیر ہی میں یوں لکھا ہے اور یہ شُبہ بہت عام ہے کہ ہرکوئی اس سے دھوکے میں ہے۔ ایسے لوگوں کو ذرا غور کرنا چاہیئے کہ جس وقت گناہ کررہے ہوتے ہیں کیا اسی خیال سے کرتے ہیں کہ چوں کہ ہماری تقدیر میں لکھا ہے چلو تقدیر کی موافقت کرلیں؟، ہرگز نہیں۔ اس وقت اس مسئلے کا ہوش بھی نہیں رہتا، جب گناہ سے فراغت ہوجاتی ہے تو فرصت میں یہ تاویل سُوجھتی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اگر تقدیر پر ایسا ہی بھروسہ ہے تو دنیاوی معاملات میں اس مسئلہ پر کیوں نہیں اعتماد ہوتا ہے، اگر کوئی شخص تم کو جانی یا مالی نقصان پہنچائے تو اس پر ہرگز غصہ مت کیا کرو، سمجھ لیا کرو کہ ان کی تقدیر میں یہی لکھا تھا کہ شرارت کریں گے، اور ہمارا نقصان کریں گے، لیکن وہاں ایسا نہیں سوچتے مسئلہ تقدیر کے منکر بن جاتے ہو اور غضب ناک ہوکر انتقام لینے کھڑے ہوجاتے ہو اور جب گناہ کرنے کو جی چاہے اسے تقدیر پر ٹال دیتے ہو۔

(۵) ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ اگر قسمت میں جنت لکھی ہے تو جنت میں جائیں گے اور اگر دوزخ لکھی ہے تو دوزخ میں جائیں گے محنت ومشقت سب بے کار ہے۔ ان لوگوں سے کہنا چاہیئے کہ اگر یہ بات ہے تو دنیوی معاملات میں کیوں تدبیریں وکوششیں کرتے ہو، کھانے کے لئے اس قدر اہتمام کرتے ہو، بُوتے ہو، جوتتے ہو، پیستے ہو، چھانتے ہو، گوندھتے ہو، پکاتے ہو، لقمہ بنا کر منہ میں لے جاتے ہو، چباتے ہو، نگلتے ہو، کچھ بھی نہ کیا کرو، اگر قسمت میں ہے آپ ہی بَن بنا کر پیٹ میں اُتر جائے گا، نوکری کیوں کرتے ہو، کھیتی کیوں کرتے ہو؟ اگر اولاد کی تمنا ہوتی ہے تو نکاح کیوں کرتے ہو؟ پس جس طرح باوجود ثبوتِ تقدیر کے ان مسبّبات کے لئے اسبابِ خاصہ جمع کرتے ہو، اسی طرح آخرت کی نعمتوں کے لئے وہی اسباب واعمالِ صالحہ جمع کرنا ضروری ہے۔

(۶) ایک دھوکہ یہ ہوجاتا ہے کہ حدیث میں ہے انا عند ظن عبدی بی ”یعنی میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں“ سو ہم کو اپنے رب کے ساتھ حسنِ ظن ہے

لہٰذا وہ ضرور ہمارے ساتھ اچھا معاملہ کرے گا۔ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ رجاء وحسنِ ظن کے معنی یہ ہیں کہ اسباب کو اختیار کرکے ان اسباب کے نتائج مرتب ہونے کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے انتظار کرتا رہے، اپنی تدبیر پر وثوق نہ کر بیٹھے اگر اسباب ہی کو اُڑا دیا تو یہ حسنِ ظن نہیں ہے بلکہ غرور اور دھوکہ ہے۔ اس کی موٹی مثال یہ ہے کہ بیج بوکر کے انتظار ہو کہ اب فضلِ خداوندی سے غلہ پیدا ہوگا تو یہ اُمید ہے اور اگر بیج ہی نہ بوئے اور اس ہوس میں بیٹھا رہے کہ اب غلہ پیدا ہوگا تو یہ محض جنون اور دھوکہ ہے جس کا انجام افسوس وحسرت کے سوا کچھ بھی نہیں۔

(۷) ایک دھوکہ یہ ہوجاتا ہے کہ ہم فلاں بزرگ کی اولاد ہیں یا فلاں بزرگ کے مرید ہیں یا فلاں زندہ یا مردہ بزرگ سے محبت رکھتے ہیں، پس خواہ ہم کچھ ہی کریں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ومغفور ہیں۔ اللہ کے بندو! اگر یہ نسبتیں ہی کافی ہوتیں تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی صاحب زادی کو ہرگز یہ نہ فرماتے فاطمة! انقذی نفسک من النار فانی لا اغنی عنک من الله شیئا یعنی اے فاطمہ! اپنی جان کو جہنم سے بچاؤ کیوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمہاری کچھ مدد نہیں کرسکتا۔ (مسند احمد) یعنی جب کہ اپنے پاس ایمان واعمالِ صالحہ کا سرمایہ نہ ہو، یہ نسبت کافی نہیں ہے۔ ہاں! ایمان وتقویٰ کے ساتھ اگر نسبت شریفہ بھی ہو تو سبحان اللہ! نورٌ علیٰ نور ہے، یہ نسبت قیامت کے دن فائدہ بخش بھی ہوگی۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ

(سورۂ طور: ۲۱)

یعنی اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی تو ہم ان کے ساتھ ان کی اولاد کو مُلحق کردیں گے اور اُن کے عمل سے کچھ کم نہیں کریں گے۔

یعنی آباء کی مقبولیت کی برکت سے اولاد کو بھی اسی درجہ میں پہونچادیں گے اور آباؤ اجداد کے عمل میں کوئی کمی نہ ہوگی، تو دیکھئے آیت میں اولاد کے متبع ہونے کا بھی ذکر ہے، یہ نہیں کہا کہ

صرف نسبت سے کام بن جائے گا۔

(۸) بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری طاعت واعمال کی پرواہ ہی کیا ہے صاحبو! یہ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کے عمل کی پرواہ نہیں ہے، نہ اس میں ان کا کوئی فائدہ ہے مگر کیا آپ کو بھی اُن فائدوں کی پرواہ نہیں ہے جو اعمالِ صالحہ کی وجہ سے ملتے ہیں؟ اور کیا نیک عمل کرنے میں آپ کا بھی فائدہ نہیں ہے؟۔ خلاصہ یہ کہ عمل تو آپ کے لئے مقرر ہوا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے نفع کے لئے، سو اللہ تعالیٰ اگرچہ مستغنی ہیں مگر آپ تو مستغنی نہیں۔ اس کی تو بالکل ایسی مثال ہے جیسے کوئی مشفق طبیب کسی مریض پر رحم کر کے کوئی دوا بتلا دے اور وہ نالائق مریض یہ کہہ کر ٹال دے کہ صاحب دوا پینے سے حکیم صاحب کا کیا فائدہ ہوگا، ارے عقل مند! حکیم صاحب کا کیا فائدہ ہے تیرا فائدہ ہے کہ اس دوا کے استعمال سے تجھے مرض سے صحت ہوگی ۔

(۹) ایک شُبہ بعض علماء کو یہ ہوجاتا ہے کہ ہم دوسرے لوگوں کو وعظ ونصیحت کرتے ہیں ان کے اعمال کا ثواب ہم کو بھی ملتا ہے اور وہ اتنے زیادہ ہیں کہ ہمارے تمام گناہوں کا کفارہ ہوجائیں گے، اسی طرح یہ خیال ہوجاتا ہے کہ ہم کو ایسے اعمال معلوم ہیں کہ جن کے کرنے سے سینکڑوں برس کے گناہ معاف ہوسکتے ہیں مثلاً سبحان اللہ وبحمدہٖ سو مرتبہ روزانہ کہہ لینا یا عرفہ یا عاشورہ کا روزہ رکھ لینا یا مکہ والوں کے لئے ایک طواف کر لینا وغیرہ۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ اعمال کافی ہوں تو تمام اوامر ونواہی کا بے معنیٰ ہونا لازم آتا ہے۔ اِدھر احادیث میں صاف صاف مذکور ہے اذا اجتنب الکبائر یعنی یہ اعمال اس وقت سیئات کا کفارہ بن جاتے ہیں جب کہ کبائر سے اجتناب کیا جائے، رہ گئی ''ہم لوگوں کو وعظ ونصیحت کرتے ہیں'' والی بات ایسے شخص پر تو اور زیادہ وبال آنے والا ہے، جو دوسروں کو تو نصیحت کرے اور خود عمل نہ کرے، اس سلسلے کی احادیث مشہور ومعروف ہیں۔

(۱۰) ایک شُبہ بعض جاہل فقیروں کو یہ ہوتا ہے کہ ہم ریاضت ومجاہدہ کی بدولت مقامِ فنا

تک پہنچ گئے ہیں، اب ہم کچھ رہے ہی نہیں جو کچھ کرتا ہے وہی کرتا ہے وغیرہ، یہ لوگ ایسی واہی تباہی باتیں کرتے ہیں کہ اچھا خاصا کفر والحاد ہو جاتا ہے، کبھی کہتے ہیں کہ دریا میں قطرہ مِل گیا، کبھی کہتے ہیں کہ سمندر کو پیشاب کا قطرہ ناپاک نہیں کرسکتا، کبھی کہتے ہیں کہ ہم تو خود خدا ہیں اب عبادت کس کی اور معصیت کس کی؟ کبھی کہتے ہیں کہ اصل مقصود یادِ الٰہی ہے، ظاہری نماز روزہ ایک ڈھکوسلہ ہے جو یادالٰہی تک پہونچنے کے لئے مقرر ہوا ہے۔ نعوذ باللہ! ان خرافات کا اصل سبب جہالت ہے اور کچھ نہیں۔

ان جاہلوں کو مقامات کی حقیقتوں کا علم تک نہیں ہے، سلوک ووصول تو کیا خاک میسر ہوا ہوگا۔ اس مقام پر اتنی موٹی سی بات سمجھ لینا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بڑھ کر نہ کوئی واصل ہوا نہ موحد، اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر کسی نے آج تک تعلیم پائی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و صحابہ رضی اللہ عنہم کے خوف وخشیت، توبہ واستغفار کرتے رہنے، اعمال کے لئے مشقتیں اُٹھانے اور مخالفتِ نفس کا اہتمام کرنے کو دیکھ لینا اِن شبہات کے دفع ہو جانے کے لئے کافی ہے۔

گناہوں کی تفصیل جاننے کے لئے ادارہ ہی سے شائع شدہ امام ذہبی رحمہ اللہ کی کتاب

”ستر بڑے گناہ“

کا مطالعہ کریں، جو اردو اور رومن انگریزی میں دست یاب ہے۔